معجزہ ردّ الشمس

تصنیف

حضرت فیضِ ملت شیخ القرآن علامہ **محمد فیض احمد** اویسی رضوی صاحب مدظلہ العالے

باھتمام

صاحبزادہ عطاالرسول اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ۔ بہاولپور پاکستان

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اما بعد!

معجزہ ردِ شمس

مسلمانوں کے دلوں پر اتنا راسخ ہو چکا ہے کہ اتنا سورج کا تصور بھی ان کے ذہنوں پر نہ ہوگا لیکن نامعلوم اسلام کے ٹھیکیداروں کو کونسی اسلام کی خدمت ملحوظ خاطر تھی کہ اس معجزہ کا نہ صرف انکار بلکہ اس کے غلط ہونے پر عقلی دلائل کے ساتھ جن احادیث صحیحہ سے یہ معجزہ ثابت ہے انہیں بھی غلط قرار دیا،، دورِ سابق میں چند ایک مثلاً،، ابن تیمیہ وابن الجوزی منکر تھے وہ کیوں اس کی وجہ آئے گی۔ (انشاء اللہ) ہمارے دور میں عوام میں مشہور دین کے ٹھیکیدار مودودی۔ شبلی و عباسی وسلیمان ندوی[1] نے انکار کیا اور ان کی ترجمانی،، اسلام کی خدمت کے دم بھرنے والے ایک رسالے نے کی۔ وہ ہے سیارہ ڈائجسٹ۔

اس "سیارہ ڈائجسٹ،، والوں نے ایک شمارہ "رسول نمبر،، نکالا۔ اس میں کسی عبدالکریم[2] عابد نے دیگر مشہور ومعروف معجزات کو بے ثبوت کہنے کے ساتھ ساتھ عظیم الشان معجزہ "ردِ شمس،، کو بھی غلط قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت

---

[1] یہ تو دنہیں مودودی بول رہا ہے تفصیل آتی ہے،، اویسی غفرلہ

[2] ابھی انکے ساتھ انجمن سپاہ صحابہ بھی شامل ہوگئی دیوبندیوں کو مبارک اس کی تفصیل پروفیسر علامہ آسی صاحب کے رسالہ ردالشمس میں ہے۔ اویسی غفرلہ

نہیں ہے (فقیر آگے چل کر احادیث کے اصول پر صحیح حدیث ثابت کرے گا لیکن اس سے یہ تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ معجزات کا انکار نہ صرف کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو تھا بلکہ اسلام کا نام لے کر مسلمانوں میں بھی ہر دور میں منکر موجود ہیں اور تاقیامت انکار کرتے چلے جائیں گے اور دورِ سابق میں کسی اصول پر بعض محدثین کو انکار ہو گا لیکن ابنِ تیمیہ نے خوارج و معتزلہ کے نظریات کو زندہ کرنے کے لیے مختلف اطوار سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی اس کے بعد یہودیوں اور دیگر دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو مختلف رنگوں میں ابھارا اور تاقیامت اس طرح کی سازشیں کرتے رہیں گے۔ ہمارے دور میں ان کا رنگ و روپ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق و محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لیے آپ کے کمالات کے انکار میں ہے چنانچہ ہمارے دور میں کمالاتِ منکرین کو دیکھ لیجیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر کمال کی ہر بات کو اپنی تحریر و تقریر کا نشانہ بناتے ہیں

منجملہ ان کے معجزۂ ردّ الشمس بھی ہے کہ جس پر صدیوں سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو کر چلا آرہا ہے لیکن ان یہودیوں مسلمان نما اسلام کے دشمنوں نے برملا اس کا انکار کر دیا۔ نہ صرف حضور علیہ السلام کے معجزۂ ردّ الشمس بلکہ جن آیات و روایات میں جن حضرات (انبیاء علیہ السلام) کے لیے ردّ الشمس وقوع پذیر ہوا ان کا بھی انکار کر دیا۔ مثلاً

۱۔ سلیمان علیہ السلام کا ردّ الشمس جس کا ذکر آیہ "رُدُّوْهَا عَلَيَّ" میں ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تو ان کے لیے سورج لوٹایا گیا۔

۲۔ یوشع علیہ السلام کا ردّ الشمس، مفسرین نے فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ کے تحت لکھا کہ حضرت یوشع بن نون کے لیے سورج رد کا گیا۔

۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ردّ الشمس ہوا جس کے متعلق بے شمار دلائل

تفسیر حدیث پاک کُتب حدیث و کُتب فقہ و اُصول و تفسیر و تواریخ میں موجود ہیں جو آئندہ صفحات میں ہدیۂ ناظرین ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ردِّ شمس اور حبس شمس وقوع پذیر ہوا۔ مگر علی رضی اللہ عنہ کے لیے ردِّ شمس نہیں ہوا تو اس کے لیے بھی حوالہ جات کُتبِ احادیث دیگر میں موجود ہیں۔ انشاء اللہ فقیر ان اعدائے اسلام اور منکرین کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رد میں بھرپور دلائل قائم کرے گا (انشاء اللہ)

۵۔ منکرین معجزہ ردّ الشمس کی فہرست

انکار کس قسم کے لوگ کرتے ہیں اور کس وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

۱۔ ابن تیمیہ (جو کہ معتزلی تھا) سب سے پہلے انکار کیا۔

۲۔ کفار نے کمالاتِ نبوی و معجزاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کیا۔

۳۔ مودودی و عباسی اور شبلی اور سرسید علیگڑھی اور ان کے ہمنوا تمام نیچری اور منکرین حدیث (چکڑالوی۔ پرویزی) اور انجمن سپاہ صحابہ کے بعض افراد وغیرہ۔

دعوتِ فکر و انتباہ اسلام کا شیدائی لیکن بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات کا منکر سوچ لے کہ منکرین کون ہیں کیوں ہیں اور پھر مرنے کے بعد ہر اس گروہ میں شمولیت کرنی ہوگی۔ جس سے قلبی لگاؤ اور عقیدہ کی وابستگی ہے۔

اگر انکار معجزۂ ردّ الشمس صرف اور صرف انہی مذکورہ بالا کی تحقیق پر مبنی ہے تو کل قیامت میں انہی کے ساتھ جگہ ملے گی اگر اقرار ہے تو ان مقدس ہستیوں کا ساتھ نصیب ہوگا جن کے اسماء گرامی و تحقیق سامی مندرجہ ذیل ہے

قائلین معجزہ ردّ الشمس

اس حدیث پاک کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور ثقہ محدثین نے صحیح ثابت کہا ہے۔

(۱) سیدنا امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں۔
۲۔ حضرت قاضی عیاض (شفا شریفین) ۳۔ محدث طبرانی نے معجم کبیر میں۔
۴۔ ابن منذر۔ ۵۔ ابنِ مردویہ۔ ۶۔ ابنِ شاہین (زرقانی شرح مواہب)
۷۔ امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ۔ ۸۔ امام عبدالباقی زرقانی (شرح مواہب)
۹۔ امام احمد بن صالح (زرقانی و نسیم الریاض) ۱۰۔ علامہ شہاب الدین خفاجی (نسیم الریاض میں) ۱۱۔ ملا علی قاری نے شرح شفا۔ ۱۲۔ علامہ ابنِ عابدین شامی (رد المحتار)
۱۳۔ عارف باللہ شیخ فریدالدین عطار (منطق الطیر) ۱۴۔ علامہ حلبی (سیرت حلبیہ)
۱۵۔ امام سخاوی (مقاصد حسنہ) ۱۶۔ علامہ نبہانی (انوار محمدیہ) ۱۷۔ علامہ تقی الدین (نزہۃ الناظرین) ۱۸۔ شیخ عمادالدین یحییٰ بن ابوبکر عامری (بہجۃ المحافل) ۱۹۔ علامہ جمال الدین محمد اشخر یمنی (شرح بہجۃ المحافل) ۲۰۔ خاتمۃ الحفاظ علامہ سیوطی (کشف اللبس)
۲۱۔ قاضی القضاۃ امام عراقی (تقریب بحوالہ نسیم الریاض) ۲۲۔ علامہ عبدالرحمان صفوری (نزہۃ المجالس) ۲۳۔ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ) ۲۴۔ مفسر قرآن علامہ محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی) ۲۵۔ حضرت مُلّا جیون (نور الانوار میں)
۲۶۔ علامہ حسینی (تفسیر حسینی (قادری) ۲۷۔ حضرت ابوالحسن الفضلی صاحب تصنیف (نسیم الریاض) ۲۸۔ علامہ قصوری نے تحفہ رسولیہ میں۔ ۲۹۔ امام ابن حجر (شرح الارشاد)
۳۰۔ امام المفسرین اسماعیل حقی (روح البیان) ۳۱۔ علامہ نامی (شرح حسامی) ۳۲۔

شاہ ولی اللہ (ازالۃ الخفاء) ۳۳۔ علامہ عبدالحلیم والد مولانا عبدالحی لکھنوی (قمر الاقمار) ۳۴۔ عارف صاوی (تفسیر صاوی) ۳۵۔ مفسر خازن (تفسیر خازن) ۳۶۔ امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی (مختلف تصانیف (حدائق) ۳۷۔ مولوی انور کشمیری دیوبندی ۔۔۔ (فیض الباری حواشی البخاری) ۳۸۔ صاحب مدارک (تفسیر مدارک) ۳۹۔ ابن سید الناس (بشری اللبیب) ۴۰۔ حافظ علاؤالدین مغلطائی (الزہر الباسم) ۴۱۔ ابو الفتح ازدی (ازالۃ الخفا) ۴۲۔ ابوزرعہ ابن عراقی (الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ) ۴۳۔ علامہ ابن حجر (شرح السیر الکبیر)

ان کے علاوہ بے شمار وہ ائمہ و علماء و مشائخ جن کے مقابلہ میں ابن تیمیہ جیسے طفل مکتب سے بھی کمتر ہیں پھر ان کے مقلدین سرسید علیگڑھی اور مودودی اور پرویزی وغیرہ تو کسی قطار میں نہیں۔

ناظرین:۔ غور فرمائیں کل قیامت میں رد الشمس کے قائلین و منکرین خدا تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں تو تم کو منکرین کے ساتھ نتھی کر کے دوزخ میں بھیج دیا گیا تو پھر کیا کرو گے جب کہ قائلین کی فہرست ملاحظہ فرمالیں کہ ان کے دوزخ میں جانے کا امکان بھی نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں قائلین کے پاس رد الشمس کی قوی اور مضبوط سندات موجود ہیں اور منکرین کے پاس ایک ایسی سند بھی نہیں جس سے وہ دعویٰ کر سکیں کہ فلاں حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورج نہیں لوٹایا۔ اور جس کے پاس کوئی سند نہ ہو وہ انکار کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

احادیث مع السند

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دَور نبوت کو قریب تر ہیں وہ اپنی سند الحدیث حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مع اسماء راویاں بیان فرماتے ہیں آپ نے رد الشمس کا عنوان کر کے روایت کی ہے چنانچہ آپ کی کتاب مشکل الآثار میں ہے کہ۔

بیانُ مشکل مَاروی عَن رسُول الله صَلی اللهُ علیه واٰله وسلم فی مسئلة الله عز وجل ردِ الشمس علیه بعد غیبوبتها ورد الله عز وجل ایا ها علیه وما روی عنه ممّا توهم مضاد ذلک

(۱) (حدثنا) ابرا میة حدثنا عبید الله بن موسی العبسی حدثنا الفضیل بن مرزوق عن ابراهیم بن الحسن عن فاطمة ابنة الحسین عن اسماء ابنة عمیس قالت کان رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم یوحی الیه و رأسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم صلیت یا علی قال لا فقال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرایتها غربت ثم رایتها طلعت بعد ما غربت

(۲) (حدثنا) علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن المغیرة حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابی تدیك حدثنی محمد بن موسیٰ عن عون بن محمد عن امه ام جعفر عن اسماء ابنة عمیس ان النبی صلی الله علیه واٰله وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیا علیه السلام فی حاجته فرجع وقد صلی النبی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم العصر فوضع النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم راسہ فی حجر علی فلم یحرکہ حتی
غابت الشمس فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اللھم ان عبدک علیا احتبس بنفسہ علی نبیک
فرد علیہ شرقھا قالت اسماء فطلعت الشمس حتی
وقعت علی الجبال وعلی الارض ثم قام علیؓ فتوضا و
صلی العصر ثم غابت و ذالک فی الصھباء قال ابو
جعفر فاحتجنا ان نعلم من محمد بن موسی
المذکور فی اسناد ھذا الحدیث فاذا ھو محمد بن
موسی المدنی المعروف بالفطری وھو محمود فی
روایتہ واحتجنا ان نعلم من عون بن محمد المذکور
فیہ فاذا ھو عون بن محمد بن علی بن ابی طالب
واحتجنا ان نعلم من امہ التی روی عنھا فی ھذا
الحدیث فاذا ھی ام جعفر ابنۃ محمد بن ابی طالب
مشکل بالآثار للامام الطحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۸ - ۹

امام طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ | بیان اس روایت کے حل اشکال

میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے۔ اللہ عزوجل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غائب ہونے کے بعد اس کے واپس لوٹانے کا سوال کیا اور اللہ عزوجل نے سورج کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لوٹا دیا اور وہ روایت جو اس روایت کی مضاد وہم کی جاتی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایتوں کی صحت کو تسلیم کرکے دونوں میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۱) ترجمہ: بیان کیا ہمیں ابو امیہ نے بیان کیا ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ عبسی نے بیان کیا ہمیں فضیل بن مرزوق نے ابراہیم ابن حسن سے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسما بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں (اسماء) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی۔ درآنحالیکہ آپ کا سر اقدس حضرت علی کی گود میں تھا پس حضرت علی نماز عصر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے علی تو نے نماز پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی۔ اے اللہ بیشک علی تیری طاعت میں تیرے رسول کی طاعت میں تھا لہذا سورج کو اس کے لیے واپس لوٹا دے۔ اسماء فرماتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو گیا۔ پھر میں نے اس کو دیکھا غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔

(۲) ترجمہ: بیان کیا ہمیں علی بن عبد الرحمان بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا ہم سے ابن ابی فدیک نے بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے انہوں نے اپنی والدہ ام جعفر سے انہوں نے اسما بنت عمیس سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز مقام صہبا میں ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لیے بھیجا وہ لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا سر علیؓ کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لیے روک رکھا پس تو اس کے لیے سورج

کو واپس لا۔ اسماء فرماتی ہیں پس دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر علیؓ کھڑے ہوئے وضو کیا نماز پڑھی۔ پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ صہباءؔ کا ہے۔

راویوں کا تعارف

امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا پس، ہم اس امر کے محتاج ہوئے کہ محمد بن موسیٰ جو اس حدیث کے اسناد میں مذکور ہیں کون ہیں تو وہ محمد بن موسیٰ مدنی ہیں جو کہ فطری کے لقب سے معروف ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد مذکور فی الروایت کو جاننے کے محتاج ہوئے سو وہ عون بن محمد علی بن ابی طالب ہیں اور اس کی والدہ جس سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی سو وہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ مزید تحقیق آئے گی (انشاء اللہ)

ردّ الشمس برائے یوشع نبی علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ حضرت یوشع علیہ السلام کے ردّ الشمس والی روایت درج فرمائی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تحبس الشمس علی احد الا لیوشع ؛ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ یوشع بن نون علیہما السلام کے سوا سورج کسی کے لیے نہیں روکا گیا۔ اور دوسری روایت میں (لم ترد الشمس) وارد ہے تو پہلی روایت سے تو کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ حبس شمس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو غائب ہونے سے روک لیا گیا اور دن بڑھ گیا اور (ردالشمس) کا مفہوم یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد واپس لوٹ آیا۔ تو اس

۱؎ خیبر شریف سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔

صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام سے قبل جو انبیاء گذرے ہیں۔ ان میں سے سوا حضرت یوشع علیہ السلام کے سورج کسی کے لیے واپس نہیں لوٹایا گیا اور متکلم یعنی حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں۔ یا جب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس وقت تک معجزہ رد الشمس کا ظہور نہیں ہوا تھا یہ واقعہ اس ارشاد گرامی کے بعد کا ہے۔

تعارف امام طحاوی

جس محدث نے رد الشمس کی حدیث سنداً روایت کی ہے ان کا تعارف حاضر ہے۔

حضرت امام ابوجعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اظہر من الشمس وابین من الامس (سورج سے زیادہ روشن اور کل آنے والے دن سے زیادہ ظاہر ہے) اکابر محدثین نے آپ کا تعارف یوں کرایا ہے۔

ھو الامام حافظ الاسلام خاتم الجہابذۃ النقاد الاعلام شیخ الحدیث وطبیب عللہ فی القدیم والحدیث الذی سلم لہ الفقہاء والمحدثون اجمعون (وہ امام حافظ الاسلام بڑے اونچے طبقے کے ناقدین علماء کے خاتم اور شیخ الحدیث اور قدیم وجدید دور کے احادیث کے علل کے طبیب جنہیں فقہاء و محدثین نے المحدث المحقق جلال الدین السیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں اور امام حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ محمود بن سلیمان اللغوی نے طبقات میں اور محدث فقیہ علی قاری نے اپنے طبقات اور دیگر تالیفات جلیلہ میں اور علامہ شیخ عبد القادر نے طبقات میں اور سمعانی نے انساب میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں اور اتقانی نے غایۃ البیان میں اور امام یافعی نے مراۃ الجنان میں حسن القاب و آداب سے اس جامع بین التحدیث والفقاہۃ والثقاہۃ امام کا ذکر فرمایا ہے اس سے ان

کی عظمت اور جلالت علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تعارف از محدثین

(۱) امام ذہبی نے فرمایا کہ،

الامام العلامہ الحافظ صاحب التصانیف البدیعۃ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الدزدی الحجری المصری الطحاوی الحنفی. یعنی امام علامہ حافظ صاحب تصانیف عجیبہ ابوجعفر حنفی طحاوی

قال ابن یونس ولد سنۃ سبع وثلاثین ومائتین وکان ثقۃ مثبتاً فقیہا عاقلا لم یخلف مثلہ ابن یونس نے کہا کہ امام طحاوی ۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ثقہ۔ ثبت۔ فقیہ۔ عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے۔

(۲) ابو اسحاق الشیرازی نے طبقات میں فرمایا۔

انتہت الی ابی جعفر ریاست اصحاب ابی حنیفۃ بمصر

مصر میں اصحاب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ریاست ابوجعفر طحاوی پر منتہی ہوئی۔ یعنی اپنے زمانے میں محدث جلیل القدر ہونے کے ساتھ احناف کے رئیس تھے۔ ۳۲۱ھ میں وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ط ۱۱)

(۳) المحدث المکی علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں

ھو الامام الحافظ العلامۃ صاحب التصانیف المہمہ روی

عنه الطبرانی وغیرہ من الائمۃ وھو مصری من اکابر علماء المصر لم یخلف مثلہ بین الائمۃ الحنفیۃ اکابر علماء المصر لم یخلف مثلہ بین الائمۃ الحنفیۃ (شرح شفا ص ۵۸۹ ج ۱)

وہ امام حافظ علامہ اہم تصانیف والے ان سے امام طبرانی و دیگر ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں اور آپ مصر میں اکابر علماء سے ہیں آئمہ احناف میں مصر میں ان جیسا کوئی نہ ہوا۔

(۴) امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فرماتے ہیں

کان ثقۃ مثبتا فقیھا حنفیا لا مالکیا کما زعم بعض

امام طحاوی ثقہ اور مثبت اور حنفی ۔ فقیہ تھے مالکی نہیں جیسے بعض کا گمان ہے۔ اور ان کی کتاب مشکل الآثار کے متعلق فرماتے ہیں۔

کتاب جلیل اشتھر بالاثار (آپکی تصنیف جلیل الآثار سے مشہور ہے (زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۱۴)

لا ینبغی لمن سبیلہ العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانہ من علامات النبوۃ۔ معرفت علم حدیث کے راستہ کے سالک کو حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالے عنہا کے حفظ سے نہ رہنا چاہیے کیونکہ یہ واقعہ علامات نبوت سے ہے۔ معجزہ عظیم ہے۔ (اشفاء ج ۱ ص ۲۸۴)

تعارف امام احمد

(۱) علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا یہ فرمانا موید صحت ہے

فان احمد ھذا من کبائر ائمۃ الحدیث الثقات

یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں۔ ان کی ثقاہت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے احمد بن صالح کی جو تضعیف کی۔ وہ قابلِ التفات نہیں۔ علم حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ الفیہ میں ہے ؎

وربما كان بغير قادح
كالنسائى فى احمد بن صالح

بسا اوقات بغیر قادح کے جرح کی جاتی ہے۔ جیسا کہ نسائی نے احمد بن صالح میں کی ہے۔ (زرقانی ص ۱۱۴ ج ۵)

(۲) تقریب التہذیب میں ہے احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشرہ ف ۲۴۸ ص ۵۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹ تا ۴۲ احمد بن صالح المصری ابو جعفر الحافظ المعروف بابن الطبری۔

ابو نعیم نے کہا اہل حجاز کی حدیث کا اس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

(۳) قال البخاری ثقة صادق۔

(۴) قال العجلی ثقة صاحب سنةٍ۔

(۵) قال ابو حاتم ثقة۔

(۶) قال الخطیب احتج باحمد جمیع الائمة الا النسائی۔

امام بخاری نے فرمایا کہ وہ ثقہ و صادق ہیں العجلی نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور صاحبِ سنت ہیں ابو حاتم نے فرمایا وہ ثقہ ہیں خطیب نے فرمایا امام احمد سے تمام ائمہ نے حجت لی ہے سوائے نسائی کے۔

ازالۂ وہم | نسائی کے احمد بن صالح میں تکلم کی وجہ یہ لکھی کہ نسائی کو احمد بن صالح نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور احمد بن صالح مصری کو

احمد بن صالح الشمومی سے خلط کر دیا۔ ولم یضر ابن صالح شیاً ھو امام ثقۃ تہذیب ص۴۲ ج ۱)

(۷) شیخ الاسلام امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

احمد بن صالح ثقۃ امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیہ۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۲۸۱۔

احمد بن صالح معتبر امام ہیں اس کی بات نہ سنیئے جو ان کے خلاف بولے۔

کتاب الجرح والتعدیل ۳۰ میں ہے۔ احمد بن صالح المصری ہو ابو جعفر حدثنا عبدالرحمن قال سئل ابی عن احمد بن صالح فقال ثقۃ۔

مجھے عبدالرحمن نے فرمایا کہ میرے والد احمد بن صالح کے بارے میں پوچھے گئے تو فرمایا وہ ثقہ ہیں۔

انصاف یہ ہیں امام ابو جعفر احمد بن صالح جن کا اسم گرامی امام طحاوی نے حدیث رد شمس کی تصحیح و توثیق کے لیے پیش فرمایا جن کی امام بخاری کے علاوہ دیگر جلیل القدر محدثین و ناقدین نے معتبر و مستند مانا۔ امام نسائی نے غلط فہمی کی وجہ سے انکار کیا تو اس کا بھی ازالہ ہو گیا۔

وہ علمائے امت پر علم کو ناز ہے امام طحاوی رحمۃ اللہ کا نام ہی سند کے لیے کافی ہے۔ لیکن پھر دشمنی کے درہم مٹانے کے لیے محدثین و فقہاء کی سنیئے۔

(۱) قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض البیہقی

(رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مشہور زمانہ کتاب شفا فی حقوق المصطفیٰ میں معجزہ رد شمس کا

ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

(قال) الطحاوی (وھذان الحدیثان ثابتان) ای عندہ وکفی به حجة رورواتھما ثقات) ای فلا عبرة بمن طعن فی رجالھما امام طحاوی نے فرمایا اور یہ دونوں روائتیں ثابت ہیں یعنی طحاوی کے نزدیک اور طحاوی کا حجت ہونا کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقات ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے ان دونوں روایتوں کے رجال میں طعن کیا ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ شفامع شرحہ للقاری ج اص ۵۹۰

(۲) فاضل محقق محدث فقیہ علی القاری

شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ حدیث ردشمس کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ پھر اپنا فیصلہ یوں فرماتے۔ فھو فی الجملة ثابت باصله وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبة حسنة فیصح الاحتجاج به یہ حدیث فی الجملہ ثابت الاصل ہے اور تعدد اسانید کی وجہ سے ایک دوسری سند کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ روایت اس اعتبار سے بھی مرتبہ حسن کو پہنچی ہے۔ پس اس حدیث سے احتجاج جائز ہے۔

شرح شفا ص ۵۸۹

(۳) علامہ شہاب الدین الخفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

وقد قال خاتمة الحفاظ السیوطی وکذا السخاوی ان ابن

لہ یہ بزرگ امام بخاری سند الحدیث کے استاذ بھی ہیں

الجوزی فی موضوعاته تحامل تحاملا کثیرا حتی ادرج فیه کثیرا من الاحادیث الصحیحة کما اشار الیه ابن الصلاح وهذا الحدیث صححه المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ واشار الی ان تعدد طرقه شاهد صدق علی صحته وقد صححه قبله کثیر من الائمة کالطحاوی واخرجه ابن شاهین وابن منده وابن مردویه والطبرانی فی معجمه وقال انه حسن وحکاه العراقی فی التقریب.

واقول ان السیوطی صنف فی هذا الحدیث رسالة مستقلة سماها کشف اللبس عن حدیث رد الشمس وقال انه سبق بمثله لابی الحسن الفضلی اورد طرقه باسانید کثیرة وصححه بما لا مزید علیه ونازع ابن جوزی فی بعض من طعن فیه من رجاله.

(وحکی الطحاوی عن احمد بن صالح) هو ابو جعفر الطبری الحافظ الثقة روی عنه اصحاب السنن وتوفی سنة ثمان واربعین ومائتین وله ترجمة فی المیزان وکان یقول لا ینبغی لمن سبیله العلم) ای لمن طریقة ودابه الاشتغال بالعلم ومعرفة الحدیث فجعل نفس العلم طریقاً لانه یصل به صاحبه الی سعادة الدارین والتخلف عن حفظ حدیث اسماء بنت عمیس الذی روته فی رد الشمس (لانه من علامات النبوة) ای من الآیات الدالة علی ثبوتها لانه معجزة عظیمة وهذا مؤید لصحته فان احمد هذا من کبار ائمة الحدیث الثقات ویکفی فی توثیقه ان البخاری روی عنه فی صحیحه فلا یلتفت الی من ضعفه

وطعن فی روایتہ وبھذا ایضا سقط ما قالہ ابن تیمیۃ وابن الجوزی من ان ھذا الحدیث موضوع فانہ مجازفۃ منھما

نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱، ۱۲

امام سیوطی رحمۃ اللہ خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی اور اسی طرح امام سخاوی نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی اپنی کتاب موضوعات میں ایک ہی طرف بہت زیادہ جھک گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں بہت سی احادیث صحیحہ کو "ضعاف" میں درج کر دیا ہے۔ جیسا کہ ابن صلاح نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے تعدد طرق اس کی صحت پر شاہد ہیں اور اس سے قبل بھی کثیر ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کا لطحاوی اور اس کو ابن شاہین اور ابن مندہ اور ابن مردویہ نے اور طبرانی نے اپنے معجم سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کہا ہے کہ حسن ہے وحکاہ العراقی فی التقریب۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام سیوطی نے اس حدیث کے بارہ میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور اس کا نام (کشف اللبس عن حدیث رد الشمس) رکھا ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس سے قبل ابو الحسن الفضلی نے بھی اس حدیث کے اسانید کثیرہ کو طرق متعددہ سے بیان فرمایا ہے اور حدیث کی صحت کو ایسے طریقے سے بیان کیا ہے کہ اس پر ایزاد نہیں ہو سکتا اور ابن جوزی نے جن بعض رجال میں طعن کیا ہے۔ ان کا جواب دیا ہے۔

اور طحاوی نے احمد بن صالح سے حکایت کی۔ وہ ابو جعفر الطبری۔ ثقہ ہیں اس سے اصحاب سنن نے روایت کی ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہے۔ اور میزان الاعتدال میں بھی اس کا ترجمہ ہے۔ احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس شخص کو طریقہ اشتغال

بالعلم اور معرفت حدیث ہو اس کو حدیث اسما بنت عمیس کے حفظ سے تخلف نہیں لائق ہے۔ نفس علم کو بسبیل فرمایا کیونکہ اس علم کے ذریعے آدمی سعادت دارین حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام شہاب الدین خفاجی حسنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

(لانہ من علامات النبوۃ الخ یہ حدیث ان علامات سے ہے جو ثبوت نبوت پر دال ہیں۔ اس لیے کہ یہ معجزہ عظیمہ ہے۔ اور یہ عبارت صحت حدیث کی موئید ہے۔ کیونکہ یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں۔ ان کی توثیق کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ پس اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جائے گا جس نے احمد کو ضعیف کہا ہے۔ اور اس کی روایت پر طعن کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ بھی ساقط ہوگیا جو ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ان کا اس حدیث کو موضوع کہنا زیادتی ہے (نسیم الریاض ص۱۲ ج ۳)

امام شہاب خفاجی حنفی رحمہ اللہ امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ اور امام ابوالحسن فضلی رحمہ اللہ کی دو تصنیفوں کا انکشاف فرماتے ہیں کہ

ان السیوطی صنف فی ھذا الحدیث رسالۃ مستقلۃ سماھا کشف اللبس عن حدیث رد الشمس وقال انہ سبق لمثلہ لابی الحسن الفضلی اذ طرقہ باسانید کثیرۃ وصححہ بما لا مزید علیہ ونازع ابن الجوزی فی بعض من طعن فیہ من رجالہ (نسیم الریاض ص ۱۲/۳)

علامہ سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام

کشف اللبس عن حدیث رد الشمس رکھا ہے اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ ابوالحسن فضلی نے بھی لکھا ہے۔ اس میں ان روایتوں کو کثیر سندوں سے روایت کیا ہے اور اس حدیث پاک کی ایسی صحت بیان فرمائی کہ اس سے زیادہ تصحیح نہیں ہو سکتی اور حضرت شیخ نے ابن جوزی سے راویوں پر طعن کنندگان کے متعلق مناظرہ بھی کیا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور یہ امام سیوطی وہ ہیں جو بیداری کی حالت میں بار بار رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

۱۶ حضرت شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

وھذا الحدیث صححہ المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ واشار الی ان تعدد طرقہ شاھد صدق علی صحتہ وقد صححہ قبلہ کثیر من الائمۃ کالطحاوی واخرجہ ابن شاھین وابن مردویہ والطبرانی فی معجمہ وقال انہ حسن وحکاہ العراقی فی التقریب۔ (نسیم الریاض ص۱۱)

اس رد شمس والی حدیث پاک کی تصحیح مصنف نے کی ہے اور مصنف (حضرت قاضی عیاض، رحمہ اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرمایا کہ اس حدیث پاک کی متعدد سندیں ہونا اس حدیث پاک کے صحیح ہونے پر سچے گواہ ہیں حالانکہ اس سے پہلے بھی بہت سارے ائمہ حدیث مثلاً امام طحاوی نے اس حدیث پاک کو صحیح ثابت کیا ہے۔ اور اس کو ابن شاہین۔ ابن مندہ۔ ابن مردویہ نے کتب معتبرہ سے باسند نقل کیا ہے اور محدث طبرانی نے معجم کبیر میں نقل فرما کر فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین ابن عراقی نے تقریب میں ذکر فرمایا ہے۔ فللہ الحمد

یہی علامہ خفاجی نے فرمایا۔

واذا صح الحدیث علم منہ ان الصلاۃ لیست بقضاء بل یتعین بھذا الدعاء الاداء والا لم یکن لہ فائدۃ۔ (نسیم الریاض ص ۱۲/۳)

سبحان اللہ! محدثین کو اس حدیث پاک کی صحت پر کتنا وثوق ہے کہ اس کی صحت پر مسائل مستنبط ہو رہے ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم وجعل الجنۃ ماواہم۔

۸۔ حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمہ کا ایمان افروز ارشاد۔

فھو فی الجملۃ ثابت باصلہ وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبۃ حسنۃ فیصح الاحتجاج بہ۔ (شرح شفا علی نسیم الریاض ص ۳)

یہ حدیث پاک فی الجملہ اپنی اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور پھر تعدد طرق کثرت اسناد کی وجہ سے قوت پاکر حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے حجت پکڑنا درست ہے۔ بعض اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ جس سند سے ان تک پہنچی اس میں ضعف تھا جب کثرتِ اسناد سے قوت حاصل کر گئی تو ضعف ختم ہو گیا اسی پر جلیل القدر محدثین نے اس کو صحیح کہا لیکن اس کو موضوع کہنا جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا یہ سراسر ظلم ہے۔

(۹) علامہ حلبی کا ارشادِ عالی:

ھو حدیث متصل وقد ذکر فی الامتاع انہ جاء عن الاسماء من خمسۃ طرق۔ (سیرت حلبیہ ص ۳۶۸/۱)

یہ حدیث پاک متصل ہے امتاع میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا

کی ردِ شمس والی حدیث پانچ سندوں سے مروی ہے (اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی حدیث پاک اس کے علاوہ ہے) جو لوگ تعصب کی بنا پر بے ثبوت شرعی اس حدیث پاک کو موضوع کہتے ہیں وہ مذکورہ بالا ارشاداتِ عالیہ کو انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ خدا تعالےٰ دولتِ ایمان نصیب کرے۔

۱۹:۔ امام سخاوی نے فرمایا:

قد صححہ الطحاوی وصاحب الشفا واخرجہ ابن مندہ وابن شاھین من حدیث اسماء ابنۃ عمیس وابن مردویہ من حدیث ابی ھریرۃ (مقاصد حسنہ ص۲۲۶)

اس صحیح حدیث کو امام طحاوی و امام قاضی عیاض صاحب شفاء کی تصحیح کی رو سے ابن مندہ و ابن شاہین نے بی بی اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام المفسرین علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور کو فارسی میں بیان کرنے کے بعد فرمایا "ونزد محدثان مشہور است وامام طحاوی در شرح آثار خویش فرمود کہ روات ایں ثقات اند واز احمد ابن صالح نقل کردہ کہ اہلِ علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ ایں حدیث کہ از علامات نبوت ست ولا عبرۃ بقول بعضھم بوضعہ (روح البیان ص۳۰)

یہ حدیث پاک محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام طحاوی نے شرح آثار میں فرمایا کہ اس حدیثِ پاک کے راوی ثقہ معتبر ہیں اور امام احمد بن صالح سے نقل کیا کہ علم والوں کو لائق نہیں ہے کہ وہ اس حدیثِ پاک کو یاد کرنے سے غفلت کریں کیونکہ یہ علاماتِ نبوت سے ہے اور جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۱۱۔ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ

حضرت شیخ المحدثین نے اس معجزہ مبارکہ کے متعلق تعصب سے بالاتر ہو کر بحث کرنے کے بعد فرمایا "مخفی نہ رہے کہ ان کا یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں (حدیث مذکورہ کو) ذکر نہیں کیا گیا اور حسن و منفرد ہے یہ بات قابلِ غور و فکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی۔ احمد بن صالح۔ طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالٰی اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتب صحاح و حسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیثِ مبارکہ کتب صحاح و حسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول و غیر معروف عورت۔ نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جمیلہ جلیلہ اور عاقلہ و دانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم و معروف ہیں الخ (مدارج النبوۃ مترجم ص ۲۳۰/۲)

حضرت شیخ المحدثین رحمہ اللہ تعالٰی نے ان تمام بیہودہ اعتراضات کا قلع قمع کر دیا جو کہ مخالفین عام طور بے سوچے سمجھے فضائل و مناقب کا انکار کرنے کے لیے یہ بہانہ تراشش لیتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں لہٰذا ہم نہیں مانتے۔ نیز مخالفین کے اس لچر قول سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ ان کا صحاح ستہ پر ایمان بحیثیت صحاح ستہ ہے لیکن ایمان والوں کا ایمان رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثِ پاک پر اس حیثیت سے ہے کہ وہ رسولِ خدا کی حدیث ہے لہٰذا ایماندار کو جہاں کہیں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک مل جائے وہ مان لیتا ہے خواہ وہ صحاح ستہ ہو خواہ وہ کسی دوسری کتاب میں ہو۔ خدا تعالٰی ایمان کی نعمت سے نوازے۔

تو مسئلہ سمجھ آجائے گا ورنہ قرآن مجید کی صریح نص سے بھی سمجھ نہ آسکے گی۔

۱۱۲۔ حضرت شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین المعروف یا بن العراقی شرح التقریب میں لکھتے ہیں کہ

رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسناد حسنٍ (زرقانی ج۵ ص۱۱۶)

طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو اسناد حسن سے روایت کیا۔

فائدہ امام طحاوی اور امام قاضی عیاض رحمہما اللہ کی طرح امام طبرانی رحمۃ اللہ نے بھی اپنے سند کے ساتھ اس حدیث کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔

۱۱۳۔ فقیہ عدیم المثال حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی کتاب رد المحتار میں عنوان یوں قائم کیا مطلب لوردت الشمس بعد غروبھا ص۳۶۱۔ اس کے تحت حضرت اسماء والی حدیث پاک جس میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آیا بیان کرنے کے بعد فرمایا والحدیث صححہ الطحاوی وعیاض واخرجہ جماعۃ منھم الطبرانی بسند حسن (رد المحتار جلد اول ص۳۶۱)، یعنی ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیث پاک کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے۔ اور اصول اہلسنت کے خلاف نہیں کہ اللہ چاہے تو ڈوبا سورج لوٹا دے کیونکہ وہ اس پہ قادر ہے۔

شوافع کی گواہی احناف کے علاوہ شوافع بھی یہی لکھتے ہیں، چنانچہ امام شافعی نے لکھا کہ ذکر الشافعیۃ ان الوقت یعود

کان علیہ الصلوٰۃ والسلام فی حجر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حتی غربت الشمس فلما استیقظ ذکر لہ انہ فاتتہ العصر فقال اللّٰھم انہ کان طاعتک وطاعتِ رسولک فارددھا علیہ فارددت حتی صلی العصر وکان ذٰلک بخیبر الحدیث (رد المحتار علی در المختار ص ۴۶۵ ج ۱)

شوافع نے ذکر کیا ہے کہ وقت لوٹ سکتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں آرام فرما تھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس جبکہ نبی پاک بیدار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ ان کی نماز عصر قضا ہو گئی پس حضورؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے اوپر سورج لوٹا دے۔ پس سورج لوٹا دیا گیا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز پڑھ لی اور یہ ردِّ شمس خیبر میں وقوع ہوا۔

فائدہ یہ وہ جلیل القدر معجزہ ہے کہ امام شافعی نے اس پر ایک مسئلہ فقیہہ کی بنیاد رکھی اور وہ حدیث کس طرح موضوع قرار دی جا سکتی ہے جس سے امام شافعی جیسے مجتہد نے مسائل فقیہہ کا استنباط کیا ہو اور یہ اجتہاد صرف امام شافعی ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسرے آئمہ اور ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ سے امکان اعادہ وقت کا استنباط کیا اور قدرت کی ممکنہ اور میسّرہ کی طرف تقسیم کی اور ادنیٰ مایتمکن العبد کے سبب سے عبد کو مکلف کیا اور یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ کتب اصول فقیہہ میں مرقوم ہے۔ (نور الانوار ص ۴۹)

علاوہ اصول فقہ کی کتب میں بھی بڑی بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

مجدّد ذیشان امام احمد رضا خان قدس سرہٗ نے فرمایا۔

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے مُنکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اِشارے سے چاند چیر دیا۔ ڈوبے ہوئے خور (سورج) کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

تیری مرضی پا گیا سُورج پھر اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چِر گیا

تفاسیر (۱) تفسیر روح البیان میں ہے کہ

حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حدیث کہ جس میں وارد ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہوگئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج عصر کی جگہ پہ واپس لوٹ آیا۔ محدثین کرام کے نزدیک مشہور حدیث ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح آثار میں فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرمایا کہ اہل علم پر لازم ہے کہ اس حدیث کے حفظ میں غفلت نہ کریں کیونکہ یہ حدیث نبوت کی علامات سے ہے لا عبرۃ بقول بعضھم بوضعہ۔ ان بعض (جہال) کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس حدیث شریف کو موضوع کہتے ہیں (پ ۲۳ ص ۳۶۶/۳۶۷ اُردو)

۲- تفسیر خازن ص ۴۴۷/۱: قال القاضی وقد روی ان نبیا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم حبست لہ الشمس مرتین احداھما یوم الخندق حین شغلوا عن صلاۃ العصر حتی غربت الشمس فردھا الیہ علی حتی صلی العصر ذکر ذلک الطحاوی وقال رواتہ ثقات والثانیۃ صبیحۃ لیلۃ الاسراء حین انتظر العیر لما اخبر بوصولھا مع شروق الشمس ذکرہ یونس ۔

قاضی نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی روایت کی گئی کہ آپ کے لیے سورج دوبارہ روکا گیا۔ ایک دفعہ غزوہ خندق کے دن جبکہ آپ اور صحابہ کرام مشغول تھے اور نماز عصر ادا نہ کر سکے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج کو لوٹایا اور آپ نے نماز عصر ادا کی۔ اس کو طحاوی نے بیان کیا ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ دوسری دفعہ شب معراج کی صبح کو جب حضور علیہ السلام نے قریش کے قافلہ کے پہنچنے کی خبر دی تھی کہ قافلہ دن نکلنے سے پہلے پہنچ جائے گا تو کفار نے اس کی انتظار کی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا۔ حتیٰ کہ قافلہ پہنچ گیا۔ اس کو یونس بن بکیر نے زیادات میں ذکر کیا ہے سیرت ابن اسحاق سے (تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۳۱)

حضور علیہ السلام نے قافلے کے پہنچنے کی خبر دی کفار آپ کو جھٹلانے کے لیے قافلے کا انتظار کرنے لگے قافلے کو پہنچنے میں دیر ہو گئی اللہ تعالےٰ نے سورج کو روک دیا۔ حتیٰ کہ قافلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مقام مقررہ تک پہنچ گیا۔

۳۔ عارف صاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

نقد حبست لنبینا مرتین یوم الخندق حین شغل هو واصحابه عن صلوٰة العصر حتی غربت الشمس فردها الله علیه حتیٰ صلی العصر صبیحة لیلة الاسراء حین انتظر قدوم العیر وزید فی روایة مرة لعلی بن ابی طالب حین کان النبی نائما علی فخذه ولم یکن صلی العصر فما استیقظ حتیٰ غربت الشمس فقال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم ان علیا فی طاعتك وطاعة

رسولک فارد وعلیہ الشمس فی یصلی العصر۔ (صاوی ص ۲۶۲/ج ۱)

تحقیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج دوبارہ روکا گیا۔ ایک خندق کے دن جب کہ آپ اور صحابہ کرام مشغولِ جنگ تھے۔ اور نماز نہ ادا کر سکے اور سورج غروب ہوگیا تو پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹایا اور آپ نماز ادا کی اور شب معراج کی صبح کو جب کہ آپ نے دِن نکلنے سے پہلے قافلے کے پہنچنے کی خبر دی تھی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے جبکہ حضور علیہ السلام حضرت علی کی ران پر سر مبارک رکھ کے آرام فرما تھے اور حضرت علی نے نماز نہ پڑھی تھی آپ جب اُٹھے تو سورج غروب ہو چکا تھا آپ نے دعا مانگی یا اللہ علی تیری طاعت اور تیرے محبوب کی طاعت میں تھا اس کے لیے سورج لوٹا تا کہ یہ نماز ادا کر سکے۔

۴:۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۰/ج ۲

۵:۔ تفسیر جلالین ص ۹۸ :۔

لم تحبس علی بشر ای قبل یوشع والا فہی حبست بعد لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم بل ولبعض الاولیاء وقد روی أن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حبست لہ الشمس مرادا یوم الخندق حین شغلوہ عن صلوٰۃ العصر حتی غربت الشمس فردھا اللہ علیہ صلی العصر روی ذلک الطحاوی۔

کسی بشر کے لیے سُورج نہ روکا گیا یعنی یوشع سے پہلے کسی کے لیے نہ روکا گیا اور یوشع کے بعد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی روکا گیا اور بے شک روایت کی گئی، تحقیق حضور علیہ السلام کے لیے سورج کئی دفعہ روکا گیا۔

ایک بار یوم خندق میں جب کہ آپ نماز عصر میں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے اور سورج غروب ہوگیا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹایا اور آپ نے نماز ادا کی اسے طحاوی نے روایت کیا۔ دوسری دفعہ شب معراج کی صبح کو جب حضور علیہ السلام نے دن نکلتے ہی قافلہ کے پہنچنے کی اطلاع دی تھی ایک روایت میں سورج غروب ہونے کے وقت آیا ہے۔ تیسری دفعہ مقام صہبا میں جب کہ حضور علیہ السلام حضرت علیؓ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما تھے حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور حضرت علیؓ نے نماز نہ پڑھی تھی بحوالہ مدارک وخاندان ردِّ شمس حبس شمس ابکاء الحرکۃ تمام ہی معجزات کی وجہ سے ہوتے ہیں ہر صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے۔

محدثین کرام

محدثین کرام کے اسماء مع ان کے اکثر حوالجات درج ہو چکے ہیں کچھ یہاں مطلق رد الشمس کی روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) مسلم شریف صفحہ ۸۵ ج ۲ :- فقال الشمس انت مامورۃ وانا مامور اللھم حبسھا علی شیئا فحبست علیہ حتی فتح اللہ علیہ۔

تو حضرت یوشع بن نون نے سورج کو کہا کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا اللہ سورج کو مجھ پر کچھ دیر روک پس آپ کے لیے روک دیا گیا حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔

(۲) امام نووی شرح مسلم شریف صفحہ ۸۵ ج ۲ مذکورہ الصدر حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت یوشع کے لیے ردِّ شمس حبس شمس اور بطئ حرکت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

وکل ذلک من معجزات النبوۃ وقال القاضی قد روی ان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبست لہ الشمس مرتین

اور یہ تمام واقعہ نبوت کے معجزات میں سے ہے۔

(۳) قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی دو بار سورج روکا گیا۔ ایک دفعہ یوم خندق میں اور ایک دفعہ قافلہ کے نہ پہنچنے پر، اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اصول فقہ

علمائے اصولیین نے جو قواعد وضوابط برائے فقہ مرتب فرمائے ہیں ان کا ماخذ قرآن اور احادیث مبارکہ ہیں اسی لیے ان کا قاعدہ ہے کہ ان کا وہ قیاس جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو اسے دیوار پر مارو انہی اصولیوں نے رد الشمس والی روایات سے بھی قواعد اخذ کیے ہیں۔ چنداں کے حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں

(۱) نامی شرح حسامی ص۹۳:۔

وقد وقع ذلك ليوشع عليه السلام حتىٰ ظفر قبل دخول ليلة السبت وقصه مذكوره فى صحيح البخارى وقد وقع ذلك لنبينا عليه الصلوٰة والسلام حين فاتت صلوٰة العصر من علىؓ كما حكاه القاضى العياض فى الشفاء

اور تحقیق ردّ شمس حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے بھی ہوا حتیٰ کہ آپ نے سنیچر کی رات داخل ہونے پہلے فتح حاصل کر لی اور یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور تحقیق ردّ شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہوا جبکہ حضرت علیؓ سے نماز عصر قضا ہو گئی جس طرح کہ قاضی عیاض نے شفا میں بیان کیا ہے۔

(۲) نورالانوار ص ۴۹:۔

وقد کان لبینا علیہ السلام حین فاتت صلوٰۃ العصر من علیؓ کما ذکر فی کتاب السیر۔

اور بے شک ردِّ شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہُوا جبکہ حضرت علیؓ کی نماز عصر قضا ہو گئی جس طرح کہ کتاب سیر میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) قمرالاقمار شرح نورالانوار ص ۴۹:

مطلب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ردِّ شمس ہوا جب کہ حضرت علیؓ کی گود میں آپ سر مبارک رکھ کر لیٹ رہے تھے اور آپ پر وحی آرہی تھی جب کہ آپ اُٹھے تو آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا نماز عصر پڑھی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا نہیں پڑھی تو حضور علیہ السلام نے دعا مانگی۔

اللّٰھُمَّ ان کان فی طاعتك وطاعت رسولك ۔

یا اللہ علیؓ تیری طاعت اور تیرے رسول کی طاعت میں، اس پر سورج لوٹا۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ ڈوبا ہوا سورج واپس عصر کے مقام پر آگیا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی یہ واقعہ مقام صبا علاقہ خیبر میں ہُوا۔

بے ڈھنگی چال منکرین کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کتنا قبیح ہے کہ مستند و معتبر محدثین و محققین اور فقہاء کی تصریحات کا انکار کر کے براہ راست راویوں پر تنقید اور جرح و قدح کرتے ہیں اور وہ تنقید اور جرح و قدح بھی بے اصولی اور بے ڈھنگی مثلاً کسی

دوسرے راوی جھوٹے اور وضاع کو ہمنامی کی وجہ سے یا اس کے مذہب کی غلط تعبیر کر کے یا اس کے کسی مخالف کی مخالفت کا پہلو سامنے رکھ کر ہر طرح سے صحیح حدیث کو موضوع یا ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یا ان کو اپنی رائے پر کچھ لکھ دیا ہوگا۔ اسی لیے فقیر احادیث رد الشمس مع سند کے بعد اسلاف کی تصریحات کی نقل کے بعد راویوں پر گفتگو کرتا ہے تاکہ منکر کو انکار کی گنجائش نہ رہے ہاں ضد کرے تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

رواۃ الحدیث مخالفین دھوکہ دینے کے ماہر ہیں ان کا بڑا حربہ یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ایسے ویسے ہیں فلہذا یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے فقیر طحاوی شریف کی دونوں سندوں کے راویوں کا تعارف کراتا ہے

سند اول (۱) کی راویہ (۱)

(۱) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ اسماء بنت عمیس۔ مشہور و معروف صحابیہ ہیں۔ اصابہ استیعاب۔ طبقات ابن سعد۔ تہذیب الاسماء وغیرہ میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

کانت اولاً تحت جعفر بن ابی طالب ثم تزوجها ابوبکر ثم علی بن ابی طالب وولدت لهم۔

روت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروی عنها ابنها عبد اللہ بن جعفر وابن ابنها القاسم بن محمد بن ابی بکر وابن اختها عبد اللہ بن عباس وابن اختها الاخری

عبد اللہ بن شداد بن الھاد و بنت ابنھا ام عون بنت محمد بن جعفر و سعید بن المسیب و فاطمہ بنت علی و ابو یزید المدنی و آخرون۔ بی بی اسماءؓ بنت عمیسؓ رضی اللہ عنہا پہلے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا ان کے وصال کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ان تمام بزرگوں سے آپ کی اولاد ہوئی بی بی نے حضور علیہ السلام سے روایت کی اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر اور آپ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکر نے اور بھانجے عبد اللہ بن عباس اور دوسرے بھانجے عبد اللہ بن شداد بن الھاد اور آپ کی پوتی ام عون بنت محمد جعفر اور سعید بن المسیب اور فاطمہ بنت علی بن ابی طالب اور ابو یزید المدنی رضی اللہ عنہم و دیگر بہت سے راویوں نے روایت کی ہے۔

مزید توثیق بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی شہرت کے لیے اتنا کافی ہے آپ کے شوہران نامدار مثلاً صدیق اکبرؓ اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم اور آپ مشاہیر صحابہ و صحابیات کی ماں اور متعدد تابعین کی دادی۔ نانی ہیں۔ بڑی عمر پائی ہے شرف صحابیت بھی ان کے لیے فضیلت کافی ہے لیکن مخالفین چور حوالے خور اور خیانت اور دھوکہ میں شہ زور ہیں اپنے مطلب کی تکمیل کے لیے ہر طرح کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ صحابی تک ضعیف قرار دینے سے نہیں چوکتے۔ کبھی عمر کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں کبھی کسی ملاقات نہ ہونے پر حدیث کو منقطع بنانے کے کسی کی عمر بڑھا دی کسی کی گھٹا دی اسی لیے یہ تمام حربے ناظرین یاد رکھیں۔

یہاں دھوکہ دینے کی یوں کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی عمر گھٹا کر اور ان سے راویہ بی بی فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہم کی بہت کم ثابت کی تاکہ یہ روایت

منقطع ہو کر نا قابل قبول ہو اگرچہ منقطع کے راوی ثقہ ہوں تو بھی قابل قبول ہوتی ہے لیکن یہ روایت تو متصل ہے کیونکہ بی بی اسماء کی عمر بہت بڑی ہوئی اپنے آخری شوہر نامدار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئیں یعنی بی بی کا وصال سنہ ۴۰ھ ہے

طویل العمری و دیگر حالات

بی بی کے حالات میں طوالت کی ضرورت نہیں آپ کی طویل العمری و دیگر حالات کے لیے دیکھئے۔

الاصابہ ص ۲۲۵ ج ۴ = الاستیعاب فی ذکر الصحابیات ص ۲۳۰

تہذیب الاسماء واللغات. ص ۳۳۰ ج ۱ طبقات ابن سعد ص ۲۸۰ ج ۸

(۲) فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم

آپ کے تعارف سے پہلے علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

کانت وفاتہ سنۃ سبع وتسعین وھو من ثقات التابعین ولہا	بی بی کی وفات سنہ ۹۷ھ میں ہوئی۔ اور ثقہ تابعین میں سے ہیں ان کا ایک
ولد یسمی الحسن ایفر فہم ثلاثۃ فی نسق واسم امرأتہ المذکورۃ فاطمہ بنت الحسین ہی ابنۃ عمہ ماتت وقد قاربت التسعین ووقع ذکرہا فی البخاری فی الجنائز	صاحبزادہ حسن نامی بھی تھا وہ تینوں ایک نسق پر ہیں ان کی زوجہ مذکورہ فاطمہ بنت الحسین تھیں یہ آپکے چچا کی لڑکی تھیں نوے سال کی عمر کے قریب وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۴۳ ج ۲)

اور نور الابصار ص ۰۰ میں فرماتے ہیں۔

توفیت رضی اللہ عنہ سنۃ عشرۃ ومأۃ	سنہ ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔

امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

بخاری شریف باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علے القبور (قبروں پر مساجد بنانے کی کراہت کے باب) میں روایت کی کر لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم ضربت امرأته القبة علے قبره سنة ثم رفعت فسمعوا صائحاً یقول الاھل وجدوا ما فقدوا فاجابه اخر بل یئسوا فانقلبوا۔ جب حضرت حسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم کا وصال ہوا تو بی بی فاطمہ صغریٰ نے ایک سال تک مزار پر قبہ بنا کر بیٹھی رہیں اس کے بعد گھر چلی گئیں تو غیب سے آواز آئی کیا انہوں نے کچھ پا لیا جسے گم گیا دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ ناامید ہو کر گھر چلے گئے اس حدیث کی مزید تحقیق وحالات فتح الباری صـ۲۲۳ ج ۳ اور تہذیب التہذیب صـ۴۴۲ وصـ۴۴۳ ج ۲ میں دیکھئے۔

تعارف فاطمہ صغریٰ

امام ذہبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔
فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمیہ المدینہ۔

روت عن ابیھا واخیھا زین العابدین ... وابن عباس واسماء بنت عمیس۔

روی عنھا اولادھا عبداللہ وابراھیم وحسین وام جعفر بنو الحسن الحسن بن علی۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ اس فاطمہ کی اولاد ام اسحاق بنت طلحہ ہے اپنے ابن عم حسن بن حسن بن علی سے نکاح کیا۔ پھر ان کے بعد عبداللہ بن عمر ابن عثمان سے ان کا نکاح ہوا وذکرھا ابن حبان فی الثقات ان کی عمر طویل ہوئی۔

ماتت وقد قاربت التسعین (۹۰) ووقع ذکرھا فی صحیح البُخاری

فی الجنائز۔ (تہذیب ص۴۴۲ ج ۱۲)

نور الابصار میں ان کا سن وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے۔ توفیت رضی اللہ عنھا سنۃ عشر ومائۃ" (نور الابصار ص ۱۷۰)

اور اسمائے رجال متعلقہ مشکوٰۃ ص ۱۳۷ و ۱۳۸ پر ہے۔ فاطمہ صغریٰ (فاطمہ بنت حسین) ثقات تابعین میں سے ہیں۔ سو برس سے زیادہ عمر پاکر خلافت عباسی یا اس سے قبل وفات پائی آپ سے سنن ثلاثہ میں احادیث مروی ہیں اس کی تائید تقریب ص ۲۹۲ سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں:۔

فاطمہ بنت الحسین ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المائۃ وقد اسنّت۔ بی بی صغریٰ یعنی فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ثقہ طبقہ رابعہ سے ہیں آپ کا وصال ۱۰۰ھ کے بعد ہوا آپ سن رسیدہ ہوکر فوت ہوئیں۔

(۳) ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہما

آپ اہل بیت کے بزرگ شخصیت ہیں آپ کے تعارف میں یوں ہے

ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم روی عن امہ وروی عنہ الفضیل بن مرزوق (رضی اللہ عنہم)	ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم انہوں نے اپنی والدہ سے روایت لی اور ان سے فضیل بن مرزوق (رضی اللہ عنہا) نے

(کتاب الجرح التعدیل قسم اول ص۹۲)

فائدہ حضرت ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہما نے اپنی والدہ رضی اللہ عنہا سے روایت والے راوی ہیں اور تو مخالفین سے کچھ نہ ہوسکا۔ ان کے شاگرد یعنی ان سے روایت کرنے والے راوی پر حملہ آور ہوئے اس کی تفصیل آتی ہے۔

ابراہیم بن الحسن وہ معروف سنی راوی ہیں جن کا ذکر امام بخاری تاریخ کبیر میں بھی لائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ ابراہیم بن حسن بن حسن علی بن ابی طالب اخو عبد اللہ ابن الحسن الہاشمی عن ابیہ عن جدہ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون قوم ھم الرافضۃ یرفضون الدین۔ ابراہیم بن حسن بسند متصل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک قوم ایسی ہوگی جن کا لقب رافضی ہوگا وہ دین کو چھوڑ دیں گے ج ا ق ا صـ ۲۷۹۔

نیز فاطمہ بنت الحسین کے ذکر میں تہذیب سے گذر چکا ہے کہ ابراہیم بن الحسن نے اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے روایت کی ہے۔ حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا۔ ابراھیم بن حسن ...... ھو ثقۃ وقلہ موافقا (وفاء الوفا) ابراہیم بن حسن ثقہ ہیں جیسا کہ ابھی گزرا۔

(۴) فضیل بن مرزوق الاغر الرقاشی الکوفی ابو عبد الرحمٰن صدوق من السابقہ تقریب صـ ۱۷ کشف الاستار صـ ۸۵) فضیل بن مرزوق صدوق سابقہ سے ہیں تاریخ کبیر صـ ۱۲۲/ج ۴ کے حاشیہ پر ہے

فضیل بن مرزوق مولی بنی عنزہ ونحوہ فی القاموس و التہذیب صـ ۲۹۸/ج ۸ میں ہے مولی بنی عنزہ یہ تحریف ہے اور تاریخ کبیر میں الرقاشی کے بجائے الرواسی ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ نے الرقاشی ویقال الرواسی لکھا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ انہی فضیل بن مرزوق نے حضرت ابراہیم سے روایت ہزار روایت کی ہے (یہی ہمارا مدعا ہے) معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوری سے پوچھا تو آپ نے فرمایا فضیل بن مرزوق ثقہ ہے (تہذیب التہذیب صـ ۲۹۹/ج ۸)

حسن بن علی الحلوانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا فرماتے

تھے کہ میں نے ابنِ عیینہ سے سنا وہ فرماتے کہ فضیل بن مرزوق ثقہ ہے ابن ابی حیثمہ نے ابن معین سے نقل کیا کہ فضیل بن مرزوق ثقہ ہے۔ ایسے ائمہ معتمدین اور ناقدین کی توثیق کے بعد پھر بھی کوئی نہیں مانتا تو ہم کیا کریں۔

کتاب الجرح والتعدیل صہ ۲۰۳ اور صہ ۷۴ میں ہے امام احمد نے فضیل بن مرزوق کے متعلق فرمایا۔

لا اعلم الا خیر۔ میں نے ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا ان کے علاوہ سفیان ثوری و ابن معین وغیرہ ائمہ نے ان کی ثقاہت بیان کی ہے۔

تائید و انکار کا موازنہ | اصول حدیث کے مطابق حدیث کی صحت کے بعد ملاحظہ ہو کہ اس حدیث شریف کے بارے میں تائید کس نے اور انکار کس نے کیا۔

تائیدات | اس حدیث پاک کے متعلق علماء کرام اور محدثین عظام کے تاثرات وارشادات ملاحظہ ہوں۔

(۱) سیدنا امام طحاوی نے فرمایا یہ ایمان افروز حدیث پاک دو روایتوں سے ثابت ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت مُلا علی قاری نے فرمایا یہ دونوں روائتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کے لیے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو انکار کیوں اس کی وجہ آئے گی۔

(۳) امام احمد صالح نے فرمایا یہ معجزہ علامات نبوت سے ہے لہذا کسی اہل علم کو لائق نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے۔

(۴) علامہ ابن عابدین امام شامی نے فرمایا کہ اس حدیث محدثین کی بڑی جماعت نے روایت کیا اس کی سند حسن ہے جس نے اسے موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

(۵) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ نے فرمایا اس حدیث پاک کے تعدد طرق اس کے صحیح ہونے کے عادل گواہ ہیں۔

(۶) حضرت ملا علی قاری نے فرمایا یہ حدیث پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعدد طرق سے درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔

(۷) علامہ حلبی نے فرمایا یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۸) عارف باللہ علامہ حنفی نے فرمایا یہ حدیث پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے اس حدیث پاک کو موضوع کہنے کا اعتبار نہیں۔

(۹) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جب امام طحاوی۔ امام احمد بن صالح۔ حضرت قاضی عیاض۔ محدث طبرانی اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

انکار دورِ سابق میں اس کا انکار صرف ابن الجوزی نے کیا اس کے بعد ابن تیمیہ نے اب ابن تیمیہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے منکر ہیں جو صرف دو چار ہیں جنہیں ہمارے دور کے محققین نے گمراہی کے جال اور زمانہ کے دجال بتایا۔ اور سابق دور کے انکار پر بھی محققین خاموش نہیں رہے تھے۔

تردید (۱) علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا اس حدیث پاک کو ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا موضوع کہنا یہ ان کی اپنی اٹکل ہے۔

(۲) امام ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا اس حدیث کو اپنے گمان سے موضوع کہنا غلط ہے۔

(۳) امام زرقانی نے فرمایا اس حدیث پاک کو موضوع کہنے والے کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۴) امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور یہ دونوں امام کافی ہیں۔

(۵) خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس حدیث پاک کو اسناد کثیرہ سے روایت کیا اور اس کی ایسی تصحیح کی (صحیح ثابت کیا) کہ اس سے زیادہ تصحیح ناممکن ہے۔

(۶) موصوف نے الحاوی للفتاویٰ میں ص ۵۷۱/۱۴ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا:

الثابت فی الصحاح فی غزوۃ الخندق انہ صلی العصر بعد المغرب لکن روی الطحاوی ان الشمس ردت الیہ حتی صلاہا وقال ان رواتہ ثقات حکاہ عنہ النووی فی شرح مسلم والحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر ویمکن الجمع بین ہذہ الروایۃ ومافی الصحاح بان یحمل قولہ بعد ماغربت او بعد المغرب علی وجود الغروب الاول ولا ینافی ذلک کونہا عادت فغایۃ مافی الباب ان روایۃ الصحاح سکتت عن العود الثابت فی غیرہا وقد ورد ایضاً ان الشمس ردت

صحاح میں ثابت ہے کہ آپ نے عصر کی نماز مغرب کے بعد پڑھی لیکن امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آپ کے لیے سورج لوٹایا گیا اور آپ نے عصر کی نماز وقت پر پڑھی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اسے امام نووی نے شرح مسلم میں اور حافظ ابن حجر نے الشرح الکبیر کی احادیث کی تخریج میں ذکر کیا۔ اور اس روایت و صحاح کی روایت میں تطبیق یوں ہے بعد ما غربت ما بعد المغرب غروب الاوّل پر محمول کیا جائے اور یہ عود الشمس کے منافی نہیں خلاصہ یہ کہ صحاح کی روایات عود الشمس سے ساکت ہے اور دوسری روایات میں ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی کی نماز عصر قضا ہوئی اور

لاجل بعد ما غربت عن علی رضی الله عنه وکانت العصر فاتتہ وهو ای النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی حجرہ فقال اللهم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس فطلعت بعد ما غربت وورد ان الشمس حبست له فی قصة الاسراء حین اخبر بقدوم العیر والقصتان فی الشفاء

حضور ان کی گود میں آرام فرما تھے آپ نے دعا مانگی اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا اسی لیے اس کے لئے سورج لوٹا تو سورج کا غروب کے بعد طلوع ہوا اور وارد ہے کہ قصۂ اسراء میں بھی آپ کے لیے سورج رک گیا جب آپ نے قافلہ کی آمد کی خبر دی اور یہ دونوں قصے شفاء شریف میں ہیں۔

یک نشد سہ شد منکرین رد الشمس ایک بار کو روتے رہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے تین بار ثابت کر دیا۔ (۱) بعد اسراء (۲) خیبر (۳) خندق:

فائدہ یہاں وہ واقعات بیان کرنا مطلوب نہیں صرف دکھانا یہ ہے کہ جن کمالات و معجزات کو اسلاف رحمہم اللہ نہایت فخر سے بیان کرتے چلے آئے آج منکر انہیں محض اپنی افتاد طبع سے انکار کر دے اس سے کون پوچھے اور پھر انکار پر نہ کوئی دلیل نہ تحقیق۔ ان کے اس انکار کا حساب قیامت میں ہوگا اور سخت ہوگا (انشاء اللہ)

خلاصۃ البحث رد شمس والی حدیث اسماء ہر حیثیت سے صحیح ہے۔ یہ مشہور عند الناس بھی ہے اور مشہور عند المحدثین بھی۔ جیسا کہ روح البیان سے گذرا اور اس کے طرق بھی متعدد ہیں کہ اس کی پانچ سندیں ہیں جیسا کہ سیرت حلبیہ کی عبارت سے واضح ہوا اور یہ حسن حدیث دوسری حسن کے

ساتھ مِل کر بھی درجہ صحت پر فائز ہوئی۔ لان اسناد حدیث اسماء حسن وکذا اسناد حدیث ابی هریرة اللاتی کما صرح به السیوطی قائلا ومن ثم صححه الطحاوی والقاضی عیاض۔ (زرقانی صفحہ ۱۱۵) اس لیے کہ اسماء کی حدیث کی سند اور ابو ہریرہ والی روایت کی سند ایک ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے تصحیح کی اسی لیے اسے امام طحاوی و قاضی عیاض رحمہما اللہ نے صحیح بتایا۔ اب بھی اگر کوئی شخص اس ایمان افروز معجزہ مبارک کے متعلق کہے کہ یہ ثابت نہیں تو وہ اپنا انجام خود دیکھ لے اور ناظرین کرام بھی اندازہ کریں کہ ایسے دلائل قاہرہ سے ثابت ہونے کے بعد بھی نہ مانے اور کہتا جائے کہ یہ ثابت نہیں اس شخص کے دل میں محبتِ مصطفےٰ ہے یا بُغضِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

محدثین کرام کے تاثرات وارشادات مبارکہ کا خلاصہ :۔

(۱) امام طحاوی نے یہ ایمان افروز معجزہ دو روایتوں سے ثابت کیا ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت ملا علی قاری۔ یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کے لیے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو جوان پر طعن کرے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

(۳) یہ معجزہ علامات نبوت سے ہے لہٰذا کسی علم والے کو لائق نہیں کہ اسے یاد نہ کرے۔

(۴) علامہ شامی۔ جس نے اس حدیث پاک کو موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

(۵) علامہ شامی۔ اس حدیثِ پاک کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(۶) امام حدیث خاتمۃ الحفاظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیثِ پاک کی ایسی تصحیح فرمائی کہ اس سے زیادہ ناممکن۔

(۷) علامہ خفاجی۔ اس حدیث پاک کے تعدد طریق اس کے صحیح ہونے کے عادل گواہ ہیں۔

(۸) ملا علی قاری۔ یہ حدیثِ پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعدد طریق سے حسن کے درجہ کو پہنچی۔

(۹) علامہ حلبی۔ یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۱۰) امام سخاوی۔ اس حدیثِ پاک کی تصحیح محدثین کرام نے کی اور حضرت ابوہریرہ والی حدیثِ پاک ابن مردویہ نے با سند حسن نقل فرمائی۔

(۱۱) علامہ حقی صاحبِ روح البیان۔ یہ حدیثِ پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے موضوع کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے

(۱۲) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی۔ جب امام طحاوی۔ امام احمد بن صالح۔ حضرت قاضی عیاض۔ محدثِ طبرانی اس حدیثِ پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں تو یہ کہنا فضول ہے کہ صحاح ستہ میں کیوں نہیں۔ نیز تمام کی تمام حدیثیں صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

(۱۳) امام زرقانی۔ جب ایک حدیث حسن دوسری حدیث حسن کے ساتھ مل جائے تو وہ درجہ صحت پر فائز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ردِ شمس والی دونوں حدیثیں صحت کو پہنچی ہوئی ہیں

مخالفین کے دو ستون

منکرین کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کا جھونپڑا دو ستونوں کے سہارا پر تیار کیا علماء محققین نے ان دونوں ستونوں کو اپنی تحقیق کی قوت سے نہ صرف مار گرایا بلکہ ان کا اس مسئلہ میں نام و نشان تک ختم کر ڈالا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ و ابن تیمیہ

ان دونوں کا علمی پایہ جیسا بھی ہے لیکن حدیث کو ضعیف و موضوع

کہنے میں بیباک اور غلط گو اور عجلت باز تھے بالخصوص ردالشمس کی حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء ملاحظہ ہو۔

(۱) انور شاہ کشمیری دیوبندی اس نے فیض الباری جلد رابع ص ۷۶ پر حدیث رجم قردہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا کر ثم ان ابن الجوزی ادخل هذا الحدیث فی الموضوعات وکذا حدیثین من صحیح مسلم وقد صرح اصحاب الطبقات ان ابن الجوزی راکب علی مطایا العجلة فیکثر الاغلاط رایت فیه مصیبة اخری وهی انه یرد الاحادیث الصحیحة کلما خالفت عقله وفکره (فیض الباری علی صحیح البخاری جلد ۴ ص۷۶)

ابن جوزی نے اس حدیث (رجم بندریا) کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ ایسے ہی صحیح مسلم کی دو حدیثوں کو حالانکہ اصحاب طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ تحقیق ابن جوزی عجلت کی سواریوں پر سوار ہے۔ اسی لیے (احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں) بہت غلطی کرتا ہے اور ابن الجوزی میں ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں جو ان کی عقل وفکر کے خلاف ہوں۔

(۲) علامہ امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی کی شرح علی المواہب اللدنیہ للعلامۃ القسطلانی اس سے قبل ان کی تائید وتوثیق احمد بن صالح المصری کے ذکر میں گذر چکی ہے۔ مزید اس مقام پر جہاں صاحب مواہب نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے رد روافض میں ایک مستقل تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث کے جملہ طرق ورجال کا ذکر کرکے اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ علوم حدیث میں اس قدر جلالت قدر اور علو منزلت

کے باوجود اس حدیث کو انہوں نے کیسے ثابت مان لیا ہے۔ اس پر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ تعجب قاضی عیاض پر نہیں بلکہ تعجب در تعجب ابن تیمیہ پر ہے کیونکہ قاضی عیاض تو اس اصل پر حدیث کی تائید کر رہے ہیں۔ جو الفیہ وغیرہ اصول حدیث کی جملہ کتابوں میں مصرح ہے اور عربی کے طلبہ سے بھی مخفی نہیں ہے۔ یعنی طرق متعددہ سے حدیث کا مروی ہونا اس کو درجہ احسن تک پہنچا دیتا ہے اور ضعف باقی نہیں رہتا۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

ابن تیمیہ کی شوخ چشمی دیکھئے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی جلالت علمی کے اعتراف کے بعد الٹا انکو ڈانٹ رہا ہے کہ انہوں نے ردالشمس والی حدیث کو کیسے صحیح مان لیا۔ گویا ابن تیمیہ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ کو اس حدیث کی صحت کی تسلیم پر مورد طعن بنا رہا ہے حالانکہ اس نے اپنی بدقسمتی کی طرف توجہ نہ کی کہ وہ معجزۂ ردالشمس کے انکار پر کس گڑھے میں گر رہا ہے۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالےٰ

شارح بخاری وصاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ

امام زرقانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قال الحافظ فی فتح الباری اخطأ ابن الجوزی بذکرہ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیہ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا کہ

ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی۔ اسی طرح

ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی رد روافض میں جو کتاب لکھی اس میں اس حدیث کی وضع کا زعم کیا۔ (زرقانی ص ۱۱۵ ج ۵)

(۵) الشیخ الاجل علامہ بدرالدین العینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

ج ۷، ص ۱۴۶ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں اخرجہ الحاکم عن اسما ..... وذکرہ الطحاوی فی مشکل الآثار ..... وهو حدیث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزی هذا الحدیث لایلتفت الیہ یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا اس حدیث پاک کے اعلال کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(۶) ابن حزم

ظاہری طور پر رد فرماتے ہوئے رقم پذیر ہیں۔ قلت والحدیث رواہ الطبرانی باسانید قال الحافظ نورالدین الهیثمی رجال احدها رجال الصحیح غیر ابراهیم بن حسن وهو ثقة و فاطمہ بنت علی ابن ابی طالب لم اعرفها۔ انتهی۔

واخرجہ ابن مندہ وابن شاهین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث ابی هریرۃ واسنادهما حسن، وممن صححہ الطحاوی وغیرہ وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری بعد ذکر روایت البیهقی لہ وقد اخطأ ابن الجوزی بایرادہ لہ فی الموضوعات۔

(وفاء الوفا للعلامۃ السمهودی ص ۸۲۳ ج ۲)

میں کہتا ہوں اس حدیث ردشمس کو طبرانی نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ نورالدین الھیثمی نے فرمایا۔ ان اسانید طبرانی سے ایک سند کے رجال، رجال صحیح ہیں۔ سوا ابراہیم بن حسن کے وہ ثقہ ہے اور فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کو میں نہیں پہچانتا ہوں۔ ؏

اور اس حدیث ردشمس کو ابن مندہ اور ابن شاہین نے حدیث اسماء بنت عمیس سے بیان کیا اور ابن مردویہ نے حدیث ابی ہریرہ سے اور ان دونوں حدیثوں کا اسناد حسن ہے۔ اور طحاوی وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے متعلق روایت بیہقی کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بلاشک ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لاکر غلطی کی ہے۔

(۷) شیخ محقق افضل الفضلا فرید العصر مولانا شیخ عبدالحق محدّث

دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی المتوفی ۱۰۵۲ھ فی مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ

اما در کلام در حدیث ردِّ شمس برائے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ آنچہ علماء گفتہ اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب و تعسف وما علینا الا البلاغ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے ردّشمس کی حدیث میں کلام جو کچھ علماء نے کہا ہے ہم بغیر تعصب اور تعسف اس کو نقل کرتے ہیں۔

فائدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی بڑے سائز کے تقریباً اڑھائی صفحے میں اس بحث کو لائے ہیں۔

؏ یہ ان کے اپنے معلومات پر ہے ورنہ یہ بی بی محدثین میں بہت بڑی مشہور ہیں ان کے متعلق تحقیق آئے گی۔ ان شاء اللہ

اور امام طحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن عراقی، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع وادّعائے آں وثوق نیست۔ ابن جوزی وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا ہے اور اس کا دعویٰ قابلِ وثوق نہیں ہے۔

ابنِ تیمیہ ابنِ تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض کی جلالت قدر اور علو خطر کو تسلیم کرنے کے بعد ابن تیمیہ کو توقف اور تردد مناسب تھا نہ کہ جزم ببطلان وانکار۔

ابن کثیر ابن کثیر نے جو یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کی نقل میں اہل بیت کی ایک مجہول عورت متفرد ہے جس کا حال ہی معلوم نہیں ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

قول بجہالت وعدم معرفت حال اسماء بنت عمیس ممنوع است زیرا کہ وے امرۃ جمیلہ جلیلہ عاقلہ کیسہ است کہ احوال وے معلوم ومعروف است۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی عدم معرفت اور جہالت کا قول ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ ایک نیک، بزرگ، عقلمند اور دانا خاتون ہیں کہ اُس کے حالات معلوم ومعروف ہیں (ان کے مزید حالات آئیں گے انشاءاللہ)

؎ یہ ابن کثیر کی اہلبیت دشمنی کا واضح ثبوت ہے کہ اسماء بنت عمیس جیسی مشہور بی بی کو مجہولہ کہہ دیا۔ ہم ایسے علاماؤں کو کیا کہہ سکتے ہیں جب بڑوں کا یہ حال ہے ان کے چھوٹوں کا کتنا بُرا حال ہوگا۔

(۸) حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۵۲۸ - ۵۲۹ مآثر علی کے بیان میں فرماتے ہیں۔
ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر فوت ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب لوٹ آیا۔
اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابوطاہر محمد بن کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا۔ میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی۔ یہاں تک مع ذکر سنین اسماء بنت عمیس تک دو طریق سے اپنی مکمل سند کو بیان فرمایا۔
بعد دوسرے آئمہ حدیث کی تصحیح کا ذکر فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد شمس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد شمس کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے مشکل الآثار میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں۔ ان کے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اس کو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاؤ الدین مغلطائی نے اپنی کتاب الزاہر الباسم میں اور ابوالفتح ازدی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابوزرعی عراقی نے الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ابن الجوزی کا بھی رد فرمایا ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے حدیث مشکل الآثار کی حدیث ردالشمس کو ہر دو طریق سے بیان فرمایا ہے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۹۵ مترجم مطبوعہ کراچی)

(۹) خاتمۃ المحققین سند الفقہاء علامہ ابن العابدین شامی قدس سرہ

نے ردالمحتار نے درالمختار یعنی فتاویٰ شامی ص ۳۳۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ

والحدیث صححہ الطحاوی وعیاض اخرجہ جماعۃ منہم الطبرانی بسند حسن واخطأ من جعلہ موضوعاً کابن الجوزی	اور حدیث کی امام طحاوی وعیاض نے تصحیح کی ہے اور اسے بڑی جماعت نے روایت کیا ان میں امام طبرانی ہیں سند صحیح کے ساتھ اور جسے اس حدیث کو موضوع کہا اسکی خطاء کا اظہار فرمایا۔

اس حدیث پر جو درایۃً اعتراض کیا گیا اس کا جواب امام شامی موصوف الصدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ

وما فی الحدیث خصوصیۃ لعلی کما یعطیہ قولہ علیہ السلام انہ فی طاعتک وطاعۃ رسولک (شامی ص ۳۳۴ ج ۱)	اور وہ جو حدیث میں ہے اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے جیسے حضور علیہ السلام کے قول میں (کہ وہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا) سے اشارہ ملتا ہے۔

(۱۰) سیدنا شیخ الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جذب القلوب ص ۲۰۷

میں لکھا کہ: اس میں شک نہیں کہ (صہبا) وہ جگہ ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے لیے سورج لوٹایا گیا کیونکہ یہ واقعہ صہباء (جو خیبر کے قریب ہے) میں واقع ہوا تھا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے اور یاد رہے کہ حدیث ردالشمس بروایۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ باسناد حسن اور طرق متعددہ سے ثابت ہے امام طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے

ابن جوزی کا اسے موضوعات میں لانے کے متعلق شیخ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطاء کی ہے کہ اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا۔

نوٹ: صرف چند نمونے عرض کر دیئے ورنہ ابن الجوزی وابن تیمیہ کی ایسی عجلت بازی پر سینکڑوں محققین نے مذمت فرمائی ہے اسی لیے حق کے متلاشی کو یقین ہو جانا چاہیئے کہ ردالشمس کے منکرین کا ان دو عجلت بازوں کا حوالہ دے کر نبوت دشمنی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ عزیزی

ص ۸۵/۲ج میں لکھتے ہیں کہ

کلام ابن تیمیہ فی منہاج السنۃ وغیرہ من الکتب متوحش جداً فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اہل البیت وفی منع زیارۃ النبی علیہ السلام وفی انکار الغوث والقطب والابدال وامثال ذلک وھذہ المواضع منقولۃ موجودۃ عندی وقد تصدی برد کلامہ فی زمانہ جہابذۃ علماء الشام والمغرب والمصر ثم ان ابن القیم تلمیذہ الرشید قد بالغ فی توجیہ

کلام لکن لم یقبلہ العلماء حتی ان المخدوم معین الدین السندی فی عصر سیدی الوالد اطال رسالۃ فی ردہ اذا کان کلامہ مردوداً عند علماء اھل السنۃ فای طعن یلحقہم فی ذلک (فقط)

ابن تیمیہ کا کلام منہاج السنۃ وغیرہ میں بعض مقالات پر نہایت وحشناک ہے خصوصاً اہل بیت کے حق میں تفریط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو رد کرنے اور غوث، قطب اور ابدال کے انکار کے بارے میں اور امثال ذالک اور یہ مقامات میرے پاس موجود منقول ہیں۔ ابن تیمیہ کے زمانہ ہی میں شام، مغرب اور مصر کے علماء جہابذہ اس کے رد کے درپے ہوئے ہیں پھر اس کے شاگرد رشید ابن قیم نے اس کے کلام کی توجیہ میں مبالغہ کیا۔ لیکن علماء اہل سنت نے اس کو قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ میرے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) کے زمانہ میں مخدوم معین الدین السندی نے ایک طویل رسالہ ابن تیمیہ کے رد میں تحریر فرمایا۔ تو جب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ان پر اس بارے میں کیا طعن لاحق ہوتا ہے۔

(۱۲) علامہ عبدالحی لکھنوی تحفۃ الکملۃ علی حواشی تحفۃ الطلبہ ص۵ میں فرماتے ہیں

ان من المحدثین من لہ افراط ومبالغۃ فی الحکم بوضع الاحادیث وبابطالہا وضعفہا منہم ابن الجوزی وابن تیمیۃ الحنبلی والجوزقانی والصنعانی وغیرہ۔ (حاشیہ الرفع التکمیل ص۹)

(۱۳) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔

طالعت رد ابن تیمیہ علی الحلی فوجدتہ کثیر التحامل فی رد الاحادیث التی یوردھا ابن المطھر وردفی ردہ کثیرا من الاحادیث الجیاد۔ انتہی۔

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن کثیر نے حدیث ردشمس کے اسمائے رجال پر جرح میں اکثر ابن الجوزی کا اتباع کیا ہے اور ابن جوزی خود احادیث پر وضع و ضعف کا حکم لگانے میں افراط وتفریط سے نہیں بچے ہیں انہوں نے بہت سی حسان بلکہ صحاح پر ضعف کا حکم لگادیا ہے اور ضعاف پر وضع وابطال کا عـــہ کما لایخفی علی من اونی مسکتہ بالعلم الحدیث۔ تفصیل کے لیے تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی ملاحظہ فرمائیں (تدریب الراوی ص۱۰۱) بلکہ خود علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ابان بن یزید العطار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یسرد الجرح ویسکت عن التوثیق۔ انتہی

(۱۴) علامہ علی قاری موضوعات کبیر ص ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

وادعی ابن الجوزی انہ موضوع لکن قال السیوطی اخرجہ ابن مندہ وابن شاھین وابن مردویہ وصححہ الطحاوی القاضی عیاض اقول ولعل المتعنت ردھا بامر علی والمثبت بدعاء النبی علیہ السلام

اس کے بعد علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔

عـــہ بلکہ صحیح مسلم تک کو نہیں چھوڑا ہے (تدریب)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ رد شمس بامر علی ہے کرم اللہ وجہہ۔ اور مثبت کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہے۔

(۱۵) انور شاہ کاشمیری دیوبندی فیض الباری ج ۳ ص ۴۶۳ میں لکھتے ہیں

قال (الطحاوی) وھو حدیث متصل ورواتہ ثقات، واعلال ابن الجوزی ھذا الحدیث لایلتفت الیہ۔

یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں اور ابن جوزی وغیرہ (ابن تیمیہ اور اس کے اتباع) کا اعلال اس حدیث کے بارے میں قابل التفات نہیں۔

انتباہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اسی عجلت کی بیماری میں مبتلا تھے بلکہ اولیاء دشمنی میں بھی آپ اپنی مثال خود تھے لیکن جونہی حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ کریمانہ سے نوازے گئے۔ یہ تمام بیماریاں مٹ کر رہ گئیں۔ تحقیق کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب (غوث اعظم) مخالفین انکار کمالات مصطفےٰ و اولیاء میں جتنی عبارات نقل کرتے ہیں یہ ان کے زمانہ سابق کی ہیں۔

سابقہ ادوار کے منکرین دور سابق میں انکار میں ایک نام امام رحمۃ اللہ علیہ کا آیا ہے انہیں نفس مسئلہ سے انکار نہیں حدیث کی سند سے ہے اس کا جواب فقیر عرض کرے گا۔ وہ اپنے انکار میں معذور تھے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ کے متعلق بھی فقیر نے عذر عرض کر دیا ہے اب انکار میں صرف ابن تیمیہ اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ جملہ علمائے اہل سنت کے نزدیک گمراہ اور بے دین خارجی المذھب اور معتزلی المسلک تھا اس کی کشتی میں نجدی وہابی مودودی وغیرہ سوار ہیں اور وہ اس ابن تیمیہ کی اس گمراہی پر نازاں بھی ہیں۔ ہم اہل سنت کو

ابن تیمیہ کا نام سننے تک گوارہ نہیں اس لیے کہ وہ گمراہ وضلالت میں اپنی مثال خود ہے۔ علاوہ ازیں اسے اہلبیت کی دشمنی اور بغض وعداوت میں خصوصیت سے مشہور ہے۔ رد الشمس کی حدیث کا انکار بھی صرف اسی لیے ہے اس کے اکثر راوی اہلبیت کرام ہیں (رضی اللہ عنہم) سے راوی ہیں اور ثقہ و معتبر ہیں لیکن ؎

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔

دورِ حاضرہ کے منکرین کون ہیں

یہودیوں کے ایجنٹ ہیں یا خوارج کا بقایا اگر یہ گوارہ نہیں تو یقین کرلیں کہ یہ ابن تیمیہ کے پرستار ہیں (ابن تیمیہ کا تعارف آخر میں آئے گا)

ہم دیکھ رہے ہیں کہ تنقیص کاروں کا ایک طائفہ اس برصغیر میں ایک مدت سے سے عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ چڑا رہا ہے الفاظ کی بے سُری راگنی ہو یا خامہ و قرطاس کی بو العجبیاں یہ بے لگام شرذمہ بہر طور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مناقب میں تنقیص کی سعی مذموم کرتا رہا ہے۔ ان جفاکاروں نے اسلامی نام کے صحائف میں توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زہریلے تیر چھپا رکھے ہیں جو اہلِ اسلام کا سینہ چیر کر رکھ دیتے ہیں یہ طائفہ اُمتِ مسلمہ کے لیے کوئی اجنبی فرقہ نہیں ہے۔ مداحانِ رسول نے ہر دور میں اعداءِ نبی کا سامنا کیا ہے کبھی یہ حربِ بے لگام اسلام کے افق پر ابوجہل و ابولہب بن کر ابھرا اور کبھی ابنِ سبا کا مکر فریب بن کے نکلا اسلام کے فرزندوں سے اپیلیں کی ہیں۔ دردمندانہ درخواستیں کی ہیں کہ جب تم اسلام کا نام لیتے ہو تو بانیٔ اسلام کو بُرا نہ کہو۔ رسولِ عربی کی شان کو تاہ فکر و تنقیص رسالت کے پیچھے نہ پڑو مگر ان شقی القلوب انسانوں پر التجاؤں اور درخواستوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا کوئی باب ہو۔ انہیں راس نہیں آتا۔

کبھی لحاظ رحمت میں تقصیر کی کوشش کرتے ہیں کبھی فیضانِ رسالت کا انکار ہوتا ہے کبھی علم نبوت میں دراندستی کرتے ہیں۔ غرضیکہ بہر عنوان یہ توہینِ رسالت کے درپے ہیں۔ اس وقت ہم نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ حضورؐ کی شان کا ایک مسئلہ ہے اور لاریب فضیلتِ رسالت کا ہر باب محبِ رسُول کی موت و حیات کا مسئلہ ہے جس طرح شق القمر کا معجزہ جمہورِ اُمت میں مقبول ہے۔ اسی طرح ردشمس بھی معجزاتِ رسالت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ معجزہ تواتر کے ساتھ اُمت میں مقبول ہوتا چلا آیا ہے۔ فرزندانِ اسلام میں یہ معجزہ ہمیشہ ریب و شک سے بالاتر رہا ہے۔ اُمت کے صحابہ اور اجلاء بزرگ اس معجزے پر اعتقاد رکھتے ہیں مگر اس دور کے تنقیص کاروں نے کمالاتِ رسُول کی دشمنی میں اس کا بھی انکار کر دیا اور حدیث و سیر کی کتابوں میں جو روایت اس باب میں منقول ہے اس کو موضوع تک کہہ بیٹھے اور استدلال میں ابنِ تیمیہ جیسے دشمنِ رسُول کا حوالہ دے ڈالا زیادہ ہاتھ پاؤں مارے تو ابن جوزی کو تلاش کر لائے عداوتِ رسُولؐ میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ ابنِ جوزی کے بارے میں وہ تمام کلمات اِن کی آنکھوں سے مفقود ہو گئے جو اس بارے میں محدثین اور فقہائے اسلام نے کہے ہیں۔ آئمہ مسلمین نے جس طرح ابنِ جوزی پر جرح قدح کی ہے وہ اہلِ تحقیق کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے مگر اس تعصب کا کیا کیا جائے جو تعظیم مصطفےٰ کو کسی طرح دل میں جگہ نہیں دیتا۔

خوارج کے متعلق فیصلہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ردالشمس کے اکثر رواۃ اہلبیت ہیں اور اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا پہلو ہے اسی لیے خوارج کو تو اس کا انکار لازم ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خارجی مجھ سے اور میری اولاد سے اور حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھیں گے نیز فرمایا کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں (طبرانی شریف صہ۲۱ و صہ۱۱)

انتباہ | ردالشمس کے انکار میں پیش پیش ابن تیمیہ ہے اور وہ خارجی المذہب ہے تفصیل آئے گی (انشاءاللہ)

دلائل منکرین مع تردید مختصراً

ابن الجوزی رحمۃ اللہ | آپ واقعی پایہ کے محدث تھے ابتدا میں اولیائے کرام کے منکر تھے پھر حضور غوث اعظم جیلانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے تفصیل فقیر کی کتاب "غوث اعظم" میں ملاحظہ ہو۔

باوجود ایں ہمہ احادیث صحیحہ کو ضعیف اور موضوع کہہ دیتے میں عجلت باز تھے ان کی اس خامی بالخصوص ردالشمس والی روایت میں غلطی کے بارے میں آپ نے محدثین کی آراء گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمائی ان کی یہ عجلت ہمارے دور کے منکرین کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اعتراف ہے۔

ابن تیمیہ | یہ خارجی مزاج اور اپنے دور کے علماء ومشائخ کی نظروں میں نہایت ہی گمراہ اور فتان سمجھا جاتا تھا اس کے علاوہ اس حدیث کے انکار میں اس نے بھی ابن الجوزی رحمہ اللہ کا کردار ادا کیا اسی لیے محدثین کے نزدیک یہ بھی عجلت باز مشہور ہے اور اس نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی سند پر جرح و تنقید کی ہے تو وہ بھی غلط بلکہ اس کی اس تنقید وجرح سے علماء کرام نے فرمایا کہ اپنی خارجیت مزاجی کے پیش نظر اس نے اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم کی عداوت کا مظاہرہ کیا ہے تفصیل آئیگی۔

منکرین کی فہرست دورِ حاضر میں اکثر صاحبان ابن تیمیہ کے پرستار ہیں، جب ان کے امام ومقتدا کا حال مخدوش ہے تو مقتدیوں کا حال تو اس سے زبوں تر ہوگا۔ ان میں مزید جدید کوئی اعتراض نہیں اٹھایا بلکہ ابن تیمیہ کے اعتراضات کو نیا

لباس پہنا کر پیش کیا ہے البتہ محمود عباسی نے اہلبیت دشمنی میں کچھ غلط بیانی کی ہے اس کی تفصیل و تردید آئیگی (انشاء اللہ)

مودودی بولتا ہے

جس طرح اس نے معجزہ شق القمر کے انکار میں ہاتھ پاؤں مارا ہے اور فقیر نے اس کی مفصل تردید "تحقیق القمر" میں لکھ دی ہے یہاں اس طرح نہیں کیا، صرف ابن تیمیہ کے نظریہ کو اپنی مرصع عبارت میں ڈھالا ہے چنانچہ تفہیم القرآن ص ۲۳ سورۃ ص آیۃ ردوھا علیّ کے تحت لکھا۔

ایک گروہ نے مذکورۂ بالا ترجمہ و تفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ اور رُدُّوْهَا عَلَیَّ، دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہے یعنی جب نماز عصر فوت ہوگئی اور سورج پردۂ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمانؑ نے کارکنانِ قضا و قدر سے کہا کہ پھیر لاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آجائے اور میں نماز ادا کرلوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی۔ لیکن یہ تفسیر اوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہے۔ اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کے لیے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابلِ ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اور اس لیے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔

قصۂ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لائے جانے کا

ذکر ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی حضور کے لیے وہ واپس لایا گیا۔ اور حضرت علیؓ کے لیے بھی، جب کہ حضور ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا۔ لیکن ان روایات سے استدلال اُس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت علی کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے اُس کے تمام طُرُق اور رجال پر تفصیلی بحث کر کے ابنِ تیمیہ نے ا سے موضوع ثابت کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلاشک وشبہ موضوع ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔ رہی قصۂ معراج والی روایت، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ سے شبِ معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفار نے آپ سے ثبوت طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے راستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے پوچھا وہ قافلہ کس روز مکہ پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا فلاں روز۔ جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلہ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو آ گئی۔ اس موقع پر حضور نے دعا کی کہ دن اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آ جائے۔ چنانچہ فی الواقع سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا۔ اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر تک کھڑا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہیں؟ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، سورج کا پلٹ آنا، یا گھنٹہ بھر رُکا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے ایسا واقعہ اگر فی الواقع پیش

آگیا ہوتا تو دنیا بھر میں اُس کی دھوم مچ گئی ہوتی۔ بعض اخبار الحاد تک اس کا ذکر کیسے محدود رہ سکتا تھا؟ (تفہیم القرآن ص ۲۳۴/۲۳۵ ج ۴ تحت آیت حتیٰ توارت بالحجاب رکوع)

انتباہ: مودودی ہمارے دور میں خوارج و معتزلہ کا نمائندہ تھا اس کی تصانیف شاہد ہیں کہ اس نے صرف اور صرف وہابیت کی ترجمانی پر زور لگایا اسلاف صالحین کو یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک تنقید کا نشانہ بنایا۔ اپنی من مانی منوانا اپنے خلاف ہر تحقیق کو ضعیف اور بیکار سمجھنا۔ ہر گھاٹ کا پانی پینا خارجیت و وہابیت کی تائید میں جس طرح بن پڑتا زور لگاتا خواہ اس کی تائید میں صحابہ اور راویوں کو ضعیف قرار دینے میں کوئی باک نہ سمجھتا اسی لیے فضلائے دیوبند خود گستاخ ہونیکے باوجود مودودی کو گستاخ اور بے ادب ثابت کرکے کافر کہا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

(۱) مودودی کا عذر کہ اتنا بڑا واقعہ اگر ہوتا تو تواریخ میں مذکور ہوتا یہ وہی عذر لنگ ہے جو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے منکرین نے کیا جس کا رد خود مودودی نے تفہیم القرآن اور سیرت دو عالم میں لکھا دیکھئے۔ تفصیل فقیر کی تصنیف تحقیق شق القمر" نیز مذکور نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا یہ اصول فقہ وحدیث مسلّم قاعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے فرمایا

لم یکن شیئا مذکوراً (دہر پ ۲۹ ع ۱) انسان مذکور نہ تھا۔ مفسرین فرماتے ہیں انسان (روحانیت) میں موجود تھا اس معنیٰ پر اس کا عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں۔

(۲) ابن تیمیہ کے متعلق تفصیل آتی ہے تمام محدثین متفق ہیں یہ دونوں احادیث کو موضوع وضعیف کہنے میں عجلت باز ہے فلہذا اس کا قول غیر معتبر ہے بالخصوص معجزہ ردالشمس کی روایت میں خصوصیت سے اس کی محدثین نے

خوب خبر لی ہے۔ امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول بھی باصول حدیث ناقابلِ قبول ہے۔
اصول کا قاعدہ مسلّم ہے کہ ایک محدث کا کسی حدیث کو بے اصل کہنا وہ حدیث
بے اصل نہیں ہو جاتی اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس محدث کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو یا
وہ اس حدیث کو بے اصل اپنی شرائط پر کہتا ہو کیونکہ ہر محدث کا اخذ حدیث کی اپنی
شرائط ہوتی ہیں مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے سرے
سے وجود کے قائل نہیں۔ اس کا جواب امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وہی لکھا ہے
جو فقیر نے عرض کیا اس قاعدہ پر ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول تسلیم نہیں کریں گے
تو ایسے ہی امام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں سمجھئے (امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے جوابات
کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ذکر اویس" میں دیکھئے۔

(۳) واقعہ معراج والی حدیث جس شمسی کا انکار بھی مودودی کی جہالت کی زندہ
مثال ہے کہتا ہے کہ ایسا واقعہ ہوتا تو عوام میں دھوم مچ جاتی۔ اور اخبار احادیں
اس کا ذکر ہوتا۔ بھلا اس جاہل کو کون سمجھائے کہ اخبار احاد میں اس کا ذکر ہے ہاں
دھوم نہ مچی تو اس کا جواب وہی ہے۔ جو شق القمر کا ہے۔

عباسی بولتا ہے

اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ عباسی دیوبندیوں کا ننگ ہے جس سے خود علمائے دیوبند تنگ ہیں اس نے
زندگی اسی تصور میں تباہ کی کہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ہر فرد کی جی بھر کر
توہین و گستاخی کرے۔ ہمارے دور میں یہ فتنہ اسی کا کھڑا کیا ہوا ہے کہ سیدنا
امام حسین باغی (معاذ اللہ) ہیں اور امام برحق یزید پلید ہے۔ اور وہ قطعی جنتی
ہے اور اہل بیت یہاں تک کہ حسنین کریمین کے علاوہ فاطمۃ الزہراء و علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہم وغیرھم واللہ اعلم وغیرہ اگر وہ رد الشمس کا معجزہ نہیں مانتا تو وہ
مجبور ہے اس لئے کہ اس کے اکثر راوی اہل بیت کرام کے افراد ہیں اسی لیے وہ

ان پر اعتراضات اٹھاتا ہے۔ فقیر ان کے اعتراضات کے جوابات لکھتا ہے۔

(سوال) محمود عباسی[ع] نے کہا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں اس حدیث کی تصیح فرمائی ہے۔ اور حضرت اسماء تک اپنے استاد ابو طاہر کردی کے واسطے سے مکمل اسانید کا ذکر فرمایا ہے (کما مر آنفاً) نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق اسنادیں متعدد راوی شیعہ اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفا بالتشیع لکھتے ہیں۔ کہ وہ مشہور شیعہ تھا۔

(جواب ۱) لفظ شیعہ سے عباسی اور اس جیسے دھوکہ باز دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ دورِ سابق کی اصطلاح میں لفظ شیعہ اہل سنت کے ان افراد پہ بولا جاتا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے

(جواب ۲) عباسی نے میزان کی عبارت نقل کرنے میں صریح خیانت اور بددیانتی کا بھیانک مظاہرہ کیا ہے اور اگر یہ الفاظ ان کے کسی معتقد پر شاق ہوں تو اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جرح کر کے انہوں نے اصول حدیث میں اپنی کم مائیگی اور لاعلمی کا اعلیٰ شاہکار پیش کیا ہے عباسی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علامہ ذہبی کی نقل کردہ اصل عبارت یوں ہے۔

[ع] یہ عباسی وہی ہے جو خوارج و نواصب کے مذہب کو زندہ کرنے کے درپے رہا جس نے امام حسین کو باغی اور یزید کو امام برحق ثابت کرنے پر زندگی برباد کی اپنی تمام تصانیف میں اہل بیت کی دشمنی میں ہزاروں اوراق سیاہ کئے اس کی تردید میں نہ صرف علمائے اہلِ سنت بلکہ دیوبند کے مہتمم قاری طیب نے بھی کتابیں لکھیں۔ اویسی غفرلہٗ

وثقہ ابن عیینہ وابن معین .... قلت وکان معروفاً بالتشیع من غیر سب۔ یعنی امام ابن عیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر سب کے معروف بالتشیع

امام ذہبی کی گواہی

علامہ ذہبی جو کہ اس فن تنقید کے مسلم امام ہیں انہوں نے "من غیر سب" کی قید لگا کر واضح فرما دیا ہے کہ وہ ایسا شیعہ نہیں تھا جو صحابہ کرام کو گالی دینے والا ہو اُس کی روایت معتبر ہے

انتباہ

دورِ سابق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار کو شیعہ کہا جاتا اسی لیے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا کہ سب سے پہلے شیعانِ علی ہم (سنی) ہیں۔ اسی لفظی ملابست سے مخالفین دھوکہ دے کر امام عبدالرزاق وغیرہ کو شیعہ کہہ دیتے ہیں۔

(۵) عبید اللہ بن موسیٰ بن ابو المختار العبسی الکوفی ابو محمد ثقۃ کان من التاسعۃ۔ (کشف الاستار ص، و تقریب ص۱۳۷) عبد اللہ بن ابو المختار العبسی الکوفی ابو محمد ثقہ ہیں تاسعہ سے شمار ہوتے ہیں۔ ایضاً۔ ثقۃ۔ صدوق۔ حسن الحدیث (کتاب الجرح والتعدیل ص۲۰۲ و ص۳۳۵)

نیز فرمایا کہ وہ ثقہ صدوق حسن الحدیث ہیں۔

(۶) ابو امیہ۔ الشعبانی الدمشقی اسمہ محمد مقبول من الثانیہ (تقریب) ابو امیہ الشعبانی الدمشقی ان کا نام محمد ہے مقبول ہیں ثانیہ سے ہیں۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۲۔ ۱۵)

فائدہ بحمد اللہ تعالٰے مشکل الآثار کی حدیث رد شمس کی پہلی روایت پر تفصیل سے ایک ایک راوی کے متعلق اسمائے رجال کی کتب معتمدہ سے توثیق ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک کے روایت میں سے کوئی راوی بھی ضعیف یا مجروح نہیں۔

دوسری حدیث طحاوی کی سند کے رواۃ صرف اتماماً للحجۃ فقیر اس دوسری سند کے راویوں کے متعلق تفصیل عرض کر رہا ہے ورنہ امام طحاوی کے راوی اور ضعیف یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ امام طحاوی کا پلہ امام بخاری سے بھی کچھ کم نہیں۔

(۱) اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا صحابیہ معروفہ ہیں و قد مرّ اور الصحابۃ کلھم عدول۔ صحابیہ ہیں اور صحابہ کل عادل ثقہ ہیں

(۲) ام جعفر۔ انہی کو ام عون بھی کہتے ہیں۔ ام عون[عہ] بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب الھاشمیۃ۔ ویقال ام جعفر زوجہ محمد بن الحنفیۃ وام ابنہ عون۔ روت عن جدتھا اسماء بنت عمیس وعنھا ابنھا عون۔ تھذیب التھذیب ج ۱۲ ص ۴۷۴ ایضاً ص ۳۹۹ فی ذکر اسماء بنت عمیس وقد مرّ انفا۔ ام جعفر مقبولۃ من الثالثۃ۔ تقریب فی الکنی ص ۲۶۵

عہ ام عون ہاشمیہ انہیں ام جعفر کہا جاتا محمد بن حنفیہ کی زوجہ اور عون کی ماں ہیں۔ اپنی جدہ بنت عمیس سے روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے عون نے روایت کی اور ام جعفر مقبول ہیں اور ثالثہ سے ہیں۔

(۳) عون بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ام جعفر میں گذر چکا ہے کہ عون بن محمد نے اپنی والدہ ام عون سے روایت کی۔ یعنی ان کا سماع ثابت ہے۔

(۴) محمد بن موسیٰ بن عون بن محمد الفطری قال الطحاوی محمود فی الروایۃ وفی التقریب صدوق من السابعۃ بالتشیع تقریب ۱۹۶۔

محمد بن موسیٰ کے متعلق طحاوی نے فرمایا کہ محمود فی الروایت ہے اور تقریب کشف ص۱۷ میں ہے کہ وہ صدوق اور تشیع سے منسوب اور سابعہ سے ہیں۔

روی عن عون بن محمد الحنفیہ وروی عنہ وابن ابی فدیکؒ۔ صدوق صالح الحدیث (کتاب الجرح والتعدیل ۴-۱۰-۸۲

محمد بن موسیٰ نے عون سے روایت کی اور اس سے وابن فدیک نے روایت کی وہ صدوق اور صالح الحدیث ہیں۔ قال الترمذی ثقۃ وقال الطحاوی محمود فی روایتہ وذکر ابن حبّان فی الثقات وفی موضع اخر مقبول الروایۃ قال ابن شاھین فی الثقات قال احمد بن صالح محمد بن موسیٰ الفطری شیخ ثقۃ من الفطریین ۔۔۔۔ الفطری ھو المعروف (تہذیب ص وص ۴۸۵

امام ترمذی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور طحاوی نے فرمایا کہ وہ محمود فی الروایۃ ابن حبان نے انہیں ثقات میں لکھا ہے دوسری جگہ انہیں مقبول الروایۃ فرمایا۔ ابن شاہین نے ثقات میں لکھا احمد بن صالح نے فرمایا کہ محمد بن موسیٰ فطری شیخ ثقہ ہیں۔

ایضاً۔ روی عن عون بن محمد التاریخ الکبیر (۱-۱-۲۳۷)

نیز انہوں نے عون بن محمد سے روایت کی ہے۔

(۵) محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیک ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس بہ باس قال ابن معین ثقۃ۔ قال البخاری

امر بھی معلوم ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ پر حجت ہو سکتا ہے اور اصل راوی میں عدالت بھی ہے یہاں تک کہ ایسی جرح ثابت ہو جو روایت کو باطل کرنے والی ہو۔

(شرح شفا القاری ص ۵۹۰ ج ۱)

انتباہ اس بحث کو فقیر نے عمداً طویل کیا ہے تاکہ سنی محفوظ ہو جائے جبکہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی روایت میں خوارج زمانہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اسکا فلاں راوی شیعہ، قدری ہے وغیرہ وغیرہ " تو سنی کہہ سکے کہ اگر ایسا راوی کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ناقابل قبول ہے تو پھر تمام صحاح ستہ کی روایات کو بھی تسلیم نہ کرو۔

سوال محمود عباسی ایک اور اعتراض اٹھاتا ہے ملاحظہ ہو۔ معتقدے محمود احمد عباسی ایک جعلی روایت سنیئے جس کو جلی عنوان کے ساتھ متعدد طرق روایت سے اس اہتمام سے بیان کیا ہے۔ کہ فل سکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے۔ عنوان ہے

"آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ"

کہتے ہیں کہ حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن الکردی سے ۱۱۴۴ھ میں سماعت کی تھی۔ پھر اپنے شیخ سے لیکر سترہ راویوں کا نام بنام تعارف کراتے ہوئے حضرت علی کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیس زوجہ علی ہیں انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ بنت الحسین سے یہ روایت بیان کی اور فاطمہ نے اپنے چچیرے بھائی عبد اللہ بن حسن اور ابراہیم بن حسن سے۔ اور ان حضرات نے دوسروں سے نقس مضمون کی غرابت سے قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواتین کے سن وفات دو

سن ولادت ہی کو پیش نظر رکھتے تو بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں یعنی پہلی راویہ اسمار کی وفات ۴۰ھ میں ہو گئی تھی (خلاصۂ تہذیب ص ۴۹۰) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت الحسین عالم وجود میں آئیں۔ تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس برس بعد ہوئی ہو۔ اس کا نام سلسلہ روایان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور مہمل ہے شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابل اعتبار ہیں۔ مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفا بالتشیع لکھتے ہیں یہ ہیں وہ تحقیق کے جواہر پارے جو محمود احمد صاحب عباسی نے تحقیق مزید ص ۹۳-۹۴ میں بڑے فخر و غرور سے شاہ صاحب کا استہزا کرتے ہوئے پیش کئے ہیں۔

الجواب | فاطمہ بنت الحسین کے متعلق نور الابصار میں ہے۔

توفیت رضی اللہ عنہا سنۃ عشر و مائۃ کذا فی کتب التواریخ۔ یعنی فاطمہ مذکورہ کا سن وفات کتب تواریخ میں ۱۱۰ھ مذکور ہے اور تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۲ پر فاطمہ بنت حسین کے ترجمہ میں مذکور ہے۔

ماتت و قد قاربت التسعین و وقع ذکرھا فی البخاری فی الجنائز۔ یعنی فاطمہ کی عمر وصال کے وقت ۹۰ کے قریب تھی اور اس کا ذکر امام بخاری کتاب الجنائز میں بھی لائے ہیں۔

ان ہر دو عبارتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ فاطمہ کی عمر جب ۹۰ کے قریب تھی تسلیم

کرنی پڑے گی۔ تو یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰ - ۵۱ھ میں ہوئی غلط اور باطل ٹھہرا۔

اور تقریب میں ہے ماتت بعد المائۃ وقد اسنت ص۲۹۲ سن ۱۰۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا اور تحقیق عمر رسیدہ تھیں یہ قول بھی ۵۰ھ ان کی ولادت کے ادعا کو باطل ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح الاعلام للزرکلی میں آپ کا سن وصال ۱۱۰ھ مذکور ہے۔

دوسرا قول تتبع وتلاش سے یہ ملتا ہے کہ آپکا وصال ۱۱۷ھ میں ہوا چنانچہ خلاصہ تذہیب الکمال میں انکے ترجمہ کے تحت فرمایا بقیت الی بعد ستۃ عشر و مائۃ۔ یہ بی بی ۱۱۶ھ کے بعد تک زندہ تھیں۔

منتہی الامال فی تواریخ النبی والآل للقمی میں ہے۔ در سال یک صد و ہفدہم در مدینہ وفات یافت (ص ۴۲۵) ۱۱۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

نوزائیدہ انجمن سپاہ صحابہ[1] اور ردّ الشمس

[2]

"سپاہ صحابہ" کے ترجمان ماہنامہ "خلافت راشدہ" فیصل آباد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزہ مبارکہ ردّ شمس کو شیعی عقائد باطلہ سے منسوب کرکے بدیں عنوان اسکا انکار کیا ہے۔ کہ

"کیا حضرت علی کے لئے سورج لوٹا تھا"

جواب:۔ معجزہ ردّ شمس سے نہ اس عنوان کی مناسبت ہے اور نہ ہی شیعی عقائد باطلہ سے اسکا کوئی تعلق ہے۔ یہ محض "سپاہ صحابہ" اور اس کے ترجمان کی شرارت و حماقت ہے جس نے ایسا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ فی الحقیقت حضرت علی کے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور دعا پر آپ کے لیے سورج لوٹایا گیا تھا اگرچہ اسکا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز قضا ہو جانا تھا اعلحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے اسی حقیقت کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے۔ کہ

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

اور جلیل القدر محدثین و اکابر علماء امت نے بھی اس واقعہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کی کرامات میں نقل نہیں کیا۔

---

[1] اسکا دوسرا نام ہے انجمن "خون خرابہ" ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ "انجمن خون خرابہ" اویسی غفرلہٗ

[2] دورانِ نظرِ ثانی یہ رسالہ سامنے آیا تو اس کی مختصر تردید عرض کردی ہے اس کی تفصیل محترم علامہ آسی صاحب نے فرمائی ہے اویسی غفرلہٗ

(سوال ۴) انجمن کا افترا، و بہتان نہیں بلکہ احناف کے محقق و محدث ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں پس یہ جھوٹ ہے کہ حضرت علی کے لیے سورج لوٹایا گیا

(رسالہ خلافت راشدہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۳ء صد ۱۴)

(جواب) ہر بد مذہب کی عادت ہے کہ اپنے مقصد کی بات لکھ دی لیکن سیاق وسباق کو چھوڑ دیا یہاں بھی یہ ہوا حالانکہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے بڑے محققانہ و محدثانہ انداز میں اس معجزہ کی تائید و توثیق کی ہے کہ ردِ شمس کی روایت کو اگرچہ امام احمد نے لا حاصل کہا ہے اور علامہ ابن جوزی نے انکی پیروی کی ہے لیکن امام طحاوی و صاحبِ شفا قاضی عیاض نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور محدث ابن مندہ۔ ابن شاہین اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اسناد حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔۔۔۔۔ اور تفصیل ہماری کتب سیرت میں ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن حضرات نے نفی کی ہے انہوں نے بامرِ علی سورج لوٹنے کی نفی کی ہے اور جن جلیل القدر محدثین نے اسے ثابت رکھا ہے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج لوٹنے کی روایت کو ثابت رکھا ہے جن کی تفصیل کتبِ سیرت میں ہے۔ (موضوعات کبیر صد ۳۹-۴۰)

فائدہ حضرت ملا علی قاری نے کیسی نفیس تحقیق و تطبیق فرما کر جلیل القدر محدثین کے حوالہ سے معجزہ ردِ شمس کا اثبات کیا ہے اور تفصیل کے لیے کتب سیرت کے مطالعہ کا اشارہ فرمایا ہے اور پھر خود بھی شرح شفا قاضی عیاض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج لوٹانے کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(شرح شفا۔ ملا علی قاری)

انتباہ فقیر نے محدثین کی تصریحات کے باب میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارات نقل کی ہیں۔ اصل عبارات کو دیکھ کر اہل علم انصاف فرمائیں کہ اس نوزائیدہ جماعت نے اکابر کی طرح بد دیانتی کر کے معتزلہ فرقہ اور ابن تیمیہ کے غلط عقائد کو کس طرح زندہ کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

لطیفہ ہر بد مذہب کی عادت ہے کہ انکے غلط نظریہ کے خلاف ان کا اپنا کوئی مقتدا بھی بولے تو اسے بھی اپنی زبان درازی کا نشانہ بناتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق لکھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا واقعہ بھی لکھا ہے ...... شاہ صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا ...... اور شیعوں نے اس روایت کو اس لیے وضع کیا تھا کہ اس پر آگے چل کر ایک عمارت کھڑی کرنا مطلوب تھی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب کو وہ عمارت نظر ہی نہیں آئی۔ (حوالہ مذکورہ ملخصاً)

(جواب) سپاہ صحابہ کو کیسا شیعی خبط ہے اور شیعی ہوا نے انہیں کتنا مبہوت کر رکھا ہے کہ خواہ مخواہ جلیل القدر سنی ائمہ محدثین کے تحقیق کردہ معجزۂ نبوی کا انکار کرتے ہوئے **شاہ ولی اللہ** کو بھی نشانۂ تنقید بنا رہے ہیں جب کہ کہاں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کہاں یہ مبہوت و مخبوط الحواس منکرینِ شانِ رسالت

ع کیا پدی کیا پدی کا شوربہ

فائدہ معجزہ ردِ شمس کو صرف شاہ ولی اللہ نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ جلیل القدر ائمہ محدثین اسے بیان فرما رہے ہیں جن میں سے بعض کے اسماء مبارکہ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنے محدثین کرام کو صحیح غلط اور شیعہ

یعنی راویوں کی تحقیق نہیں تھی اور معاذ اللہ کیا انہوں نے اس عظیم الشان معجزہ کو بیان فرماکر شیعہ مذہب اور شیعی عمارت کو تقویت پہنچائی ہے۔ نہیں ہرگز ہرگز نہیں اتنی بڑی تعداد میں ائمہ محدثین کا بیان حق و سچ ہے اور دیوبندی "سپاہ صحابہ" واس کا ترجمان جھوٹا ہے۔ جاہل اور شانِ رسالت کا منکر ہے۔

ع ہوشیار اے مردِ مومن ہوشیار

انکشاف برائے اہل انصاف

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپکے کمالات کے منکر مشرکین کفار اور یہود و نصاریٰ تھے۔ معجزات آنکھوں سے دیکھ کر کہتے تھے۔ "ھٰذا سحر مستمر" یہ چلا دو ہے۔

اسکے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ معجزات وکمالات کو دیکھنا تو در کنار صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر کہہ اٹھتے۔ آمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔ گویا ان کا مذہب ہے۔

ع - عاشقا نرا بدلیل چہ کار"

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپکے کمالات کے منکرین خوارج۔ معتزلہ اور دیگر بدمذہب جو بھی آپکے کمالات و معجزات کی روایات پڑھتے تو وہی حیلے بہانے بنائے جو حضور علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر دشمنوں کے تھے۔ انکی سرکوبی اہلسنت کے ائمہ کرام نے کی جنکے متعلق کتب اسلاف گواہ ہیں۔

آج ہمارے دور میں مودودی اور وہابی دیوبندی انہی خوارج ومعتزلہ و دیگر بدمذاہب کی بولی بولتے ہیں اسی لیے ہم اپنے اسلاف کی نقش قدم پر چل کر وہی کہتے ہیں جو صحابہ کرام سے لیکر تاحال کے اہل حق نے کہا۔ اب اہل انصاف کو دعوت فکر ہے کہ آپ حضرات کونسی بولی بولتے ہیں۔ صدیقین والی یا زندیقین والی۔ اختیار بدست مختار۔

عقلی ڈھکوسلے : عشق والوں نے تو سنتے ہی تسلیم کر لیا لیکن عقل کے بندوں نے کئی طرح کے عقلی گھوڑے دوڑائے جنہیں ہمارے اسلاف نے ان سب کو ایسا لنگڑا بنا کے چھوڑا کہ پھر آگے بڑھنے کی ہمت ہار بیٹھے ان سب کو فقیر نے تحقیق شق القمر میں لکھ دیا۔ یہاں صرف ایک اعتراض پر اکتفا کر کے بحث کو آگے بڑھاتا ہوں

سوال : سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ سورج کا رکنا یا لوٹنا ناممکن ہے اس لیے کہ اگر یہ اپنے پروگرام کے خلاف کرے یا لوٹایا جائے تو افلاک درہم برہم ہو جائیں گے اور نظام فاسد ہو جائیگا۔

جواب :۔ سورج کا حبس ورد معجزات سے ہے اور معجزات پر قیاس آرائی گمراہی ہے۔ کیونکہ معجزہ خرق عادات کا نام ہے۔

(روح البیان پ ۲۳)

حضرت امام محمد اسماعیل حقی حنفی صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا

که دعوتش گرفته گریبان آفتاب
بالا کشیده از چه مغرب بر آسمان

ترجمہ : آپکی دعوت نے آفتاب کا گریبان پکڑا اور اسے مغرب سے آسمان پر واپس لوٹا کے کھڑا کر دیا۔

که قرص بدر را بسر کرد خوان چرخ
دستش نیم کرده بیک ضربت نهان

ترجمہ :۔ ایسے ہی چاند کے قرص کو چرخ یعنی منزل پر کو مکمل کر چکا تو ایک ہی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

اصول حدیث : منکرین کمالات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص مودودی جیسے ٹیڑی مجتہدین (پروفیسر۔ وکلاء۔ ڈاکٹر)

قسم کے لوگ درس نظامی پڑھے بغیر اپنے مطالعہ کے بل بوتے پر قرآن وحدیث کی ترجمانی کے دعویدار بن کر ہزاروں ٹھوکریں کھاتے ہیں اس لیئے کہ انکا مطالعہ اصول وضابطہ کا پابند نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے انکا ہر مجتہد اپنی مارتا ہے یا پھر متقدمین کے اصول سے جو انکے من بھاتا اصل وقاعدہ اور حوالہ نظر پاتا ہے تو اسی پر اپنے مذہب جدید کی دیوار استوار کرتا ہے جیسے ردّ الشمس کے معجزہ کے منکرین کے دلائل کو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا۔ فقیر ذیل میں چند قواعد واصول حدیث لکھتا ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ ردالشمس کا معجزہ کتنا مضبوط اصول سے حاصل ہے۔

۱۔ احادیث میں سب سے گرا ہوا مرتبہ موضوع حدیث کا ہے اس کے باوجود منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرکزی امام فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے اصول فقہ مطبوع مجتبائی دہلی مع حاشیہ صہ۱۸ میں لکھا کہ

والموضوع لا یثبت شیا من الاحکام نعم قد یوجد فی فضائل ماثبت فضلہ بغیرہ تائیدا وتفصیلا	موضوع حدیث سے احکام شرعیہ ثابت نہیں کئے جا سکتے ہاں فضائل میں لیا جا سکتا ہے جہاں اسکے علاوہ فضیلت ثابت ہو اسکی تائید یا تفصیلات پیش کر سکتے ہیں۔

فائدہ حدیث ردالشمس موضوع تو درکنار ضعیف بھی نہیں صرف ابن الجوزی اور ابن تیمیہ کے کہنے سے کیا بنتا ہے۔ جبکہ ان دونوں کو محدثین نے اس قول کے علاوہ ان کی دوسری بیان کردہ موضوعات کو بھی رد دیا ہے۔ اور پھر بیشمار محدثین نے اس حدیث ردالشمس کو صحیح کہا ہے علاوہ ازیں یہ صحیح حدیث دوسری صحیح احادیث اور مضامین قرآن مجید سے بھی مؤید ہے۔

قاعدہ جملہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ۔

الضعیف یعمل فی الفضائل — حدیث ضعیف فضائل میں معمول بہ یعنی مقبول ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے منکر ویسے تو ہزاروں مسائل میں احادیث ضعیفہ پر عمل کر رہے ہیں لیکن جب حضور علیہ السلام کے کمال کی کوئی روایت ہوتی ہے تو اسے خواہ مخواہ موضوع یا کم از کم ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کر کے انکار کرتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ انکار کے وقت مذکورہ قاعدہ بھول جاتے ہیں یہ انکی شوم بختی کی دلیل ہے۔

قاعدہ حدیث حسن جب چند طریق سے مروی ہو چاہے وہ دوسرا اسناد صحیح ہو یا حسن یا ضعیف تو وہ اجتماع جہتین یا جہات کی وجہ سے مرتبہ حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحیح تک پہنچ جاتی ہے۔ شرح الدیباج المذہب میں علامہ سید شریف جرجانی فرماتے ہیں۔

والحسن اذا روی من وجہ آخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوتہ من اجتماع الجہتین فیعتضد و یتقوی احدھما بالآخر۔

حدیث حسن جب دوسری سند سے مروی ہو تو دو جہتوں کے اجتماع کی وجہ سے وہ صحیح ہو جاتی ہے بوجہ ایک سند کے دوسری سند کی قوت کے۔

تبصرہ اویسی پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث رد شمس بقول امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مصدقین ائمہ کبار صحیح متصل ہے لیکن مخالفین کی عادت ہے کہ اس روایت کی کسی دوسری سند کو لے کر جس میں راوی ضعیف ہوں۔ حدیث کی

سند صحیح سے آنکھ چرا کر عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ حدیث دوسری سند سے صحیح ہو جاتی ہے مثلاً اسی حدیث رد الشمس میں ہوا کہ یہ روایت صحیح متصل ــــ علاوہ ایک سند سے حسن ہے اور دوسرے طرق سے اعتضاد و تقوی کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور طبرانی کی سند کے رجال رجال صحیحین ہیں۔ نیز ابراہیم بن حسن اور فاطمہ بنت علی یہ ہر دو ثقہ ہیں۔

اگر اس حدیث کے بعض طرق کو ضعیف کہا گیا ہے تو دوسرے صحیح اور حسن طرق بھی موجود ہیں۔ اکابر ائمہ حدیث نے اسکو قبول فرمایا ہے اور مخرجین کی پرزور تائید اور توثیق کی ہے اور جارحین اور منکرین کا رد فرمایا ہے تو طرق متعددہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے اسکو درجہ حسن حاصل ہے۔

قاعدہ تلقی بالقبول بھی صحت حدیث کو کافی ہے یعنی جس حدیث کو محدثین و محققین علماء کرام و فقہاء عظام بلا انکار نقل کریں اسکی صحت میں شک کرنا جہالت ہے حدیث رد الشمس کو ہر زمانہ میں صحیح و معتبر مانا گیا ہے اور پھر اسکے راوی بھی مشہور ہیں ہاں ابن تیمیہ و ابن الجوزی کے اس انکار کو نہ ہمارے اسلاف نے مانا نہ ہم مانتے ہیں۔ ہاں مخالفین مجبور ہیں کہ انکو انکار پسند ہے اور ہمیں اقرار۔

قاعدہ الحمد للہ یہ حدیث صحیح اور اسکے راوی ثقہ ہیں منکر کی بیماری لا علاج ہے بالفرض و التقدیر یہ حدیث ضعیف بھی ہوتی تب بھی اہل ایمان کو قبول ہے کیونکہ اصول حدیث میں مسلم قانون ہے کہ

باب فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے۔ وان کان منفردا اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن لغیرہ کو پہنچ جاتی ہے چنانچہ شیخ

محققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مقدمہ میں فرماتے ہیں والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبۃ الحسن لغیرہ ایضاً مجمع وما اشتہر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرھا المراد مفرداتھا لا مجموعھا لانہ داخل فی الحسن لا فی الضعیف صرح بہ الائمۃ انتہی۔ کسی حدیث کے بعض اسانید کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام اسانید ہی ضعیف ہوں ہو سکتا ہے کہ ایک اسناد کے ضعیف ہونے کے باوجود دوسرے اسانید کے اعتبار سے حسن صحیح ہو۔ تقریب النوادی میں ہے واذا رأیت حدیثا باسناد ضعیف فلک ان تقول ھو ضعیف بھذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن لمجرد ضعف ذالک الاسناد الا ان یقول امام انہ لم یرو من وجہ صحیح اوانہ حدیث ضعیف مفسراً ضعفہ۔ (التقریب مع التدریب ص ۱۹۴/۱۹۵)

سنی ہوش سنبھال

فضائل و کمالات نبوی کے منکرین اندرون خانہ یہودیوں سے متاثر ہیں ہر فضیلت و کمال والی حدیث کو ضعیف و موضوع کہنے کے عادی ہیں تم فقیر کے مذکورہ قواعد یاد کر کے ایمان مضبوط کرو اور مخالفین کو قواعد مذکورہ سنا کر انکے دانت کھٹے کرو۔

آخری گزارش

معجزہ رد الشمس کی حدیث کو صرف ابن الجوزی و ابن تیمیہ نے موضوع کہا یا دور سابق میں حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو بھی اپنے اصول کے تحت۔ لیکن صرف دو چار محدثین کے موضوع کہنے سے حدیث موضوع نہیں بن جاتی۔ اگر یہی قاعدہ قابل قبول ہو تو منکرین حدیث کی پانچوں انگلیاں گھی میں والی مثال ثابت ہوگی بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ منکرین حدیث کا گروہ (پرویزی۔ چکڑالوی) کو ایسے لوگوں نے تیار کیا کہ کمالِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک محدود رہے اور وہ جملہ روایات کے منکر ہوگئے ورنہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی حدیث کے متعلق ایک محدث کا فتویٰ ضعف اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک حدیث کو ایک سند کے اعتبار سے ضعیف کہتا ہے پھر وہی محدث اسی حدیث کو دوسری سند کے اعتبار سے صحیح کہتا ہے۔ کتب احادیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

اسی طرح ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتا ہے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو صحیح کہتا ہے۔ امام دار قطنی صحیح بخاری کی تمام حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں مقدمہ فتح الباری) ابن جوزی نے بہت سی حدیثوں کو موضوع کہا اور امام سیوطی نے انکا تعاقب کیا۔ تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی ہے یا مثلاً حدیث "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کے متعلق بخاری کہتے ہیں "لیس لہ وجہ صحیح" ترمذی کہتے ہیں "منکر" ابن معین کہتے ہیں "کذاب" ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا۔ ذہبی اسکا تبع ہوا ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی اور حافظ ابوسعید علائی کہتے ہیں کہ "حسن" ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ "صحیح" ہے

(فتاویٰ حدیثیہ ص۲۳ والدار المنتثرہ ص۴۹، ۵۱ ص۵۲)

اس قاعدہ سے اندازہ لگائیں کہ رد الشمس والی حدیث کے متعلق کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ اصل حدیث تمام محدثین کے نزدیک ضعیف و مردود ہے صرف ابن الجوزی و ابن تیمیہ کی بات مان کر اتنے عظیم معجزہ کا انکار کرنا خود کو دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کرنا ہے یا پھر دوزخ میں داخلہ کا شوق ہے۔

تائیدی احادیث مبارکہ

منکرین کی قسمت ماری ہوئی ہے کہ انہیں اپنے نبی علیہ السلام کے بعض معجزات کا انکار اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کی بعض مشہور کرامات کا انکار ہے لیکن جب انہیں دوسرے

پیغمبران عظام بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء و اولیاء کرام کے معجزات و کرامات اسی قسم کے بتلائے جائیں تو اقرار۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اسرائیل یہودیوں کے گماشتے ہیں مثلاً یہی معجزہ رد الشمس کا بچہ بچہ جانتا ہے لیکن ان قسمت کے ماروں کو انکار ہی انکار لیکن یوشع بن نون علیہ السلام اور ان جیسے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے رد الشمس کا بیان کیا جائے تو تسلیم۔

معجزہ یوشع بن نون علی نبینا و علیہ السلام

سیدنا یوشع بن نون علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام جہاد فرما رہے اور شام کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ نے سورج کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اِنَّكِ مَامُوْرَۃٌ وَ اَنَا مَامُوْرٌ۔ یعنی تو بھی حکم کا پابند ہے کہ غروب ہو جائے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں کہ شام تک جہاد سے فارغ ہو جاؤں۔ پھر آپ نے دعا مانگی فَحُبِسَتْ عَلَیْہِ (بخاری شریف ص ۴۴۰ جلد ۲۔ مسلم شریف ص ۸۵ ج ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۲) (تفاسیر جلالین۔ خازن۔ صادی۔ ابن کثیر۔ نامی شرح حسامی ص ۹۳ تحت آیت۔ فلا تاس علی القوم الفاسقین۔ پ ۶)

فائدہ:۔ محدثین کرام نے حبس شمس کے تین مفہوم بیان کئے ہیں۔ ۱۔ سورج اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا ۲۔ سورج آگے جانے کی بجائے پیچھے لوٹ آیا تھا۔ ۳۔ سورج کی رفتار سست ہو گئی تھی اور آپ نے غروب آفتاب سے پہلے مکمل فتح حاصل کر لی تھی۔ ان تینوں میں کوئی بھی مراد ہو ہمارے مقصد کے عین موافق ہے۔

حضرت یوشع بن نون علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں محض شک بھرے لوگوں کے لیے چند تفاسیر کے حوالہ جات حاضر ہیں

۱۔ تفسیر جلالین ص ۹۸ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ۔ کے ماتحت یوں رقمطراز ہیں۔ وَوَقَفَتْ لَہُ الشَّمْسُ سَاعَۃً حَتّٰی فَرَغَ عَنْ قِتَالِہِمْ۔

حضرت یوشع بن نون کے لیے کچھ وقت سورج روکا گیا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے فارغ ہو گئے۔

۲- تفسیر خازن ص۲۴۷ : مذکورۃ الصدر آیت کریمہ کے ماتحت رقمطراز ہیں۔ دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- حضرت یوشع بن نون نے جبابرہ کے ساتھ لڑائی اور فتح جمعہ کے دن کی آپ لڑائی میں مشغول تھے کہ سورج غروب ہونے لگا صبح چونکہ سینچر تھی اور سینچر کو لڑنا منع تھا اس لیے آپ نے دعا مانگی یا اللہ سورج کو واپس لوٹا اور سورج سے خطاب کیا کہ تو بھی اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں ہے اور میں بھی اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں ہوں۔ اور آپ نے سوال کیا تو سورج بھی رُک گیا چاند نے بھی روشنی کی حتےٰ کہ آپ نے یوم سبت (سینچر) داخل ہونے سے پہلے عدوانِ دین سے بدلہ لے لیا۔ اور فتح حاصل کرلی اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے سورج لوٹایا اور روکے رکھا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے مکمل فارغ ہو گئے۔

۲- آپ نے سورج سے کہا کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، یا الٰہی سورج کو ہم پر روک دے۔ شیخ محی الدین نے کہا قاضی عیاض فرماتے ہیں لوگوں نے اس میں اختلاف کیا کہ سورج لوٹایا گیا یا روکا گیا یا اس کی رفتار سُست ہو گئی۔ بہرصورت تمام صورتیں معجزہ ہی میں ہیں یہی مضمون تفسیر صاوی جلد اوّل ص۲۶۱۔ ابن کثیر جلد اوّل۔

سلیمانی معجزہ

سیدنا سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ردّ الشمس بھی مشہور ہے اس کے لیے بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں

۱- تفسیر خازن ص۳۹ ج۴ میں ہے۔ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ کے تحت یوں رقمطراز ہیں۔

وعن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہ قال معنی رُدُّوهَا عَلَيَّ یقول بامر اللہ تعالی للملائکۃ الموکلین بالشمس

رُدُّوهَا عَلَیَّ فَرَدُّوهَا عَلَیْہِ فَصَلّٰی الْعَصْرَ فِی وَقْتِھَا۔ ومعالم التنزیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رُدُّوهَا عَلَیَّ کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملائکہ سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے واپس آؤ۔ سورج واپس عصر کے مقام پر لایا گیا اور آپ نے نمازِ عصر اپنے وقت میں ادا کی۔

۲۔ تفسیر مدارک صہ ۳۹ ج ۴ میں ہے (رُدُّوهَا عَلَیَّ) ای قال للملائکۃ رُدّو الشمس عَلَیَّ لِاُصلی العصر فردت الشمس لہ وصلی العصر۔

آپ نے ملائکہ کو فرمایا کہ سورج کو واپس لے آؤ تاکہ میں نماز عصر ادا کر سکوں تو آپ کے لیے سورج لوٹایا گیا اور آپ نے نماز عصر ادا کی۔

۳۔ تفسیر صاوی صہ ۳۳۵ ج ۳ میں ہے۔ و قیل الضمیر فی قولہٖ ردوھا عائدۃ علی الشمس والخطاب للملائکۃ الموکلین بھا فردوھا فصلی العصر فی وقتھا۔

فائدہ علمائے مفسرین نے کہا ہے کہ ھا ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے اور اس میں خطاب ملائکہ موکلین کے ساتھ پس لوٹایا انہوں نے سورج کو پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے وقت میں نماز ادا کی۔ وقت پر نماز ادا کی۔

اسی طرح مفسرین نے متعدد سندات سے اس مضمون کو بیان فرمایا جسے مودودی نے اپنی افتاد طبع پر لکھ دیا کہ یہ واقعہ بھی صحیح نہیں۔

سورج لوٹنے کی تعداد سورج کا لوٹنا اور پلٹنا بار ہا ہوا۔ یاد رہے کہ یہاں لوٹتے اور پلٹنے سے مراد یہ ہے کہ سورج سیر و حرکت سے باز آجاتے یا آہستہ حرکت کرے یا پیچھے لوٹ آنے اور ردِ شمس کا معنی ہے غروب اور غیبوبت کے بعد پیچھے واپس آجاتے اسکے مندرجہ ذیل مواقع ہیں۔

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جیسا کہ اوپر گزرا۔

۳- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یعنی یوشع بن نون کے لیے سورج کا ٹھہر جانا
اس کا واقعہ یہ ہے کہ یوشع بن نون جبابرہ کے ساتھ جہاد کے لیے بنی اسرائیل کو لیکر چلے وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ جبابرہ کے شہر کو فتح کرنے کو قریب تھے کہ سورج ڈوبنے لگا۔ آپ نے اسکو فرمایا۔

ایتھا الشمس انك مامورۃ و انا مامور۔

اے سورج تو اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں۔

بحرمتی علیك الا امکدت ای مکثت ساعۃ من النہار۔

میری عزت و احترام کے طفیل جو تجھے معلوم ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا۔

ایک روایت میں ہے کہا کہ اے اللہ اسے ٹھہر دے اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھہرا دیا یہاں تک کہ آپ نے وہ شہر فتح کر لیا۔

فائدہ:۔ اسکے ٹھہرنے کی دعا اس لیے کی کہ آنے والی رات ان مہینوں میں سے تھی میں جنگ کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔

۴- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی سورج لوٹ آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ ابھی اس کا قصہ گزرا ہے۔

۵- قریش کے قافلے کی خبر پورا کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج چلنے سے رک گیا۔ وہ واقعہ معراج کے واقعات میں مشہور ہے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا قافلہ فلاں فلاں وقت میں آجائیگا۔ جب وہ وقت آیا تو قریش جمع ہو گئے اور قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور سورج دوپہر کو ڈھلنے لگا یہاں تک کہ ڈوبنے کے قریب تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی کہ سورج ٹھہر جا وہ ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وہ قافلہ غروب سے پہلے آگیا۔

۶۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو فرمایا کہ طلوع شمس سے قافلہ پہلے آئیگا اس وقت اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج کو طلوع سے روک لیا یہاں تک کہ قافلہ آگیا۔ (شفاء شریف)
اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں سند حسن حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مواہب اللدنیہ اور امام سیوطی نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ)

۷۔ خندق کے دنوں بھی سورج کو روک لیا گیا جبکہ وہ احمرار و اصفرار کے درمیان میں تھا تو آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ سورج کو اس یوم نہیں روکا گیا تھا بلکہ آپ نے نماز غروب شمس کے بعد ادا فرمائی اسی میں اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ انہوں نے ہمیں درمیانی سے روکا یعنی نماز عصر سے۔ (روح البیان عربی ص۳۱ ج۸ اردو ص۲۶۷/۲۶۸ ج۲۳)

حکایت

بغداد کے ایک واعظ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ عصر کے بعد وعظ فرما رہے تھے اور اس میں اہل بیت کے فضائل کا ذکر چل نکلا بادل سورج کے اوپر چھا گیا۔ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ سورج ڈوب گیا اسی لیے مجلس میں ہلچل مچ گئی۔ واعظ نے فرمایا سکون سے بیٹھو یہ کہہ کر سورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

لا تغربی یا شمس حتی ینتہی
مدحی لآل المصطفیٰ و لنجلہ

ترجمہ:۔ اے سورج نہ ڈوب یہاں تک کہ میری مدح آل مصطفیٰ کی مکمل ہو جائے۔

ان کان للمولی و قوفك فلیکن
ھذا الوقت ولدہ و لنسلہ

ترجمہ:۔ اگر تیرا ٹھہرنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے تھا تو آج ان کی اولاد کے لیے ٹھہر جا۔ واعظ کے ان اشعار کے اختتام پر سورج بادل سے باہر نکلا تو واعظ پر بے انداز

زیورات اور کپڑے نثار کئے گئے۔

شیخ علامہ بحر العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ

حکایت

محمد عبداللطیف روایت کردہ است کہ روز امیر المؤمنین چادر می دوخت بدن مبارک ایشان برہنہ بود واز نرسیدن آفتاب مقابل بدن مبارک اذیت رسیداد پس حضرت امیر المؤمنین عمر نگاہ بسوئے شمس کرد درانوقت در روے کسوف افتاد۔

(بحر العلوم ص۱۱۰ جلد ۱ مطبوع)

یہ شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر چادر سی رہے تھے آپکا بدن مبارک ننگا تھا۔ سورج کی گرمی جسم مبارک پر پڑی تو آپ کو تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے سورج کی طرف غصہ سے دیکھا تو اسی وقت سورج بے نور ہو گیا۔

صدائے نوی ص۹۴ جلد ۱)

دلائل بطریق دیگر

انسان کو ہی اللہ تعالےٰ نے اپنا نائب بنایا اور نائب (خلیفہ) کا وہی کام ہوتا ہے جو اصل (ذات) ورنہ خلافت بے معنی سی رہ جاتی ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و دیگر مفسرین نے "آیتہ واذ قال ربك (پ۱) کے تحت لکھا کہ اللہ نے اپنی صفات کاملہ کا مظہر حضرت انسان کو بنایا تو وہ امور جو اللہ تعالےٰ کے ہیں وہی آگے اسکے نائب اور خلیفہ حضرت انسان میں ہونے لازم ہیں اسی لیے ابلیس ملعون ٹھہرا کہ اس نے خلیفہ کی حقیقی حیثیت کا انکار کیا اور اس کی نگاہ صرف اس کی ظاہری صورت پر رہی اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ صرف خلیفہ بلکہ حق تعالےٰ کے نائب اعظم ہیں۔ چنانچہ روح المعانی ص۲۱۸ ج۱ میں ہے۔

فھو علی الحقیقۃ الخلیفۃ الاعظم فی الخلیفۃ والامام المقدم فی الارض والسموٰت العلی ولولاہ ما خلق آدم بل ولا ولا

وہی تمام مخلوق میں اللہ کے خلیفہ اعظم تمام آسمانوں زمینوں میں سب کے پیشوا و مقتدا ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

اس نیابت پر حضور علیہ السلام کے لیے ردالشمس کے لیے انکار کیوں اگر احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح بھی نہ ہوتی تب بھی ہمیں اس قاعدہ پر حضور علیہ السلام کے ردالشمس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ردالشمس کی احادیث فقیر نے سابقاً بیان کر دی ہیں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ الامن والعلیٰ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نھار۔	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ فوراً ٹھہر گیا۔

فائدہ اس پر تبصرہ فرمایا کہ اس حدیث حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم نے نمازِ عصر خدمت گزاری باری صلی اللہ علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی۔ ادا فرمائی۔

امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمد للہ خلافت رب العزۃ کہتے ہیں کہ ملکوت السموٰت والارض میں انکا حکم جاری ہے تمام مخلوق کو انکے لیے حکم اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے وہ سب انکا ہے۔ (الامن والعلیٰ ص۱۰۳)

۲۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق کے رسول ہیں۔ نصوص قرآنی کے علاوہ صحیح حدیث میں ارسلت الی الخلق میں تمام مخلوق کا رسول ہوں (صلی اللہ

فائدہ اس قاعدہ پر بھی ردالشمس کے بارے میں شک نہیں کر سکتے اس لیے کہ سورج بھی منجملہ مخلوق کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے اور امت کے ہر فرد پر اپنے رسول (علیہ السلام) کا حکم ماننا فرض ہے۔ کما قال تعالےٰ

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ
(ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے۔

۳۔ سخر لکم الشمس والقمر دائبین اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے اس کے علاوہ جملہ آیت تسخیر۔

فائدہ

تسخیر کا عرفی معنی تو ہے خدمتگزاری شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

ترجمہ۔ ابر، ہوا سورج آسمان کام میں لگے ہوتے رہیں تاکہ تو روزی حاصل کرکے غفلت سے نہ کھائے۔ تمام تیرے لیے پریشان اور تابعدار ہیں۔ انصاف کے نامناسب ہے کہ تو اللہ تعالٰی کا فرمان نہ مانے۔

لیکن حقیقی معنی کے اعتبار سے وہی مطلب ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ نے فرمایا۔
کہ عارف کامل پر ایک ایسا مقام آتا ہے کہ

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد وسخر لکم السموات وما فی الارض ظہور پذیر ودصاحب اختیار باشد۔ ضیاء القلوب	اس مرتبہ میں عارف عالم کا متصرف ہوتا ہے اور تسخیر کا ظہور ہوتا ہے اور صاحب اختیار ہوتا ہے۔

اسی مقام کے مطابق سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ما منها شهور ولا دهور تمر وتنقضی الا اتالی	کوئی مہینہ اور زمانہ ایسا نہیں جو گزرے اور ختم ہو جب تک میرے پاس نہ آئے۔

فائدہ یہ مقام تو غوث الاغواث کا ہے تو پھر سوچئے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ

وعلیہم وسلم کا مرتبہ کتنا بلند وبالا ہوگا۔ تو پھر انکے لیے سورج کا لوٹ آنا یا رکنا کون سا مشکل امر ہے لیکن نہ ماننے والوں کی ضد نہ ٹلنے کی ہے اور نہ مٹے گی۔ ہاں حق کے متلاشی کے لیے ادنی اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن الحمد للہ یہاں تو واضح اور روشن دلائل کا دفتر کھلا ہے۔

اصحاب کہف اور سورج

اللہ تعالےٰ اصحاب الکہف کے لیے فرماتا ہے

وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين و هم فى فجوة منه (پ ۱۵۔ کہف ع ۳)

اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) سورج کو دیکھو گے جب نکلتا ہے تو ان کی غار سے داہنی جانب بچ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ کھلے میدان میں ہیں۔

فائدہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کے لیے بطور خرق عادت سورج کو اپنی روزینہ رفتار سے ہٹا دیا تاکہ انکے آرام میں خلل واقع نہ ہو چنانچہ اسکی رفتار کی تبدیلی سے ان پر سورج کی شعاعیں نہیں پڑتی تھیں اس لیے اس غار کا صحن جنوبی جانب تھا اللہ نے خرق عادت کے طور سورج کو وہاں سے ہٹا دیا تھا تاکہ اصحاب کہف کی کرامت ظاہر ہو۔

روح البیان تحت آیت ہذا صـ ۲۲۳ پارہ نمبر ۱۵ میں ہے کہ اصحاب کہف کا معاملہ عجیب تھا باوجودیکہ وہ ایک کھلے اور وسیع میدان میں آرام فرما تھے لیکن طلوع وغروب کے وقت سورج کی معمولی کرن بھی ان پر نہ پڑتی تھی ورنہ ایسے میدان میں سونے والوں پر سورج کی کرن کا پہنچنا لازم تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی سے ان پر سورج کی کرن نہیں پڑتی تھی اسے ہم اہل اسلام کرامت اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں اسی لیے اسے اللہ تعالےٰ۔ ذالك من آيات الله ۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے سے تعبیر فرمایا۔

انتباہ	یہ اصحاب کہف کی نیند و آرام گھنٹہ یا دو گھنٹے یا ایک دن یا دو دن نہیں بلکہ انہیں تو اس کیفیت میں صدیاں گزریں۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَلَبِثُوا فِی کَہفِہِم ثَلٰثَ مِائَۃٍ وَازدَادُوا تِسعًا۔ (پ ۱۵ ع ۴)	اور وہ اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو نو برس ٹھہرے۔

فائدہ	وہ خدا جو اپنے محبوب بندوں کے لیے ساڑھے نو سو سال نظام شمس کو تبدیل کرتا ہے۔ تو اسے منکر مان گیا ہے لیکن اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لمحہ نظام شمس کی تبدیلی کا انکار کر رہا ہے یہ اس کی بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے بلکہ اللہ نے ایسے لوگوں کو بے مرشد کہا چنانچہ اس کرامت کے ذکر کے آخر میں فرمایا۔

من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشداً (پ ۱۵ ع ۳)	جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اسکا ہرگز نہ پاؤ گے۔ حامی ور ہبر۔

تعارف ابن تیمیہ	اس کا نام احمد اور کنیت ابوالعباس تھی دمشقی نمیری حرانی مشہور تھا تین سو کتب کا مؤلف (زرقانی ص ۲۴۸ ج)

۶۶۱ھ حران میں پیدا ہوا اور دمشق میں قلعہ دمشق کی جیل میں بحالت قید ۲۰ ذیقعد ۷۲۸ھ میں فوت ہوا۔

حنبلی ہونے کا مدعی تھا لیکن دراصل پکا غیر مقلد تھا چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ۔

انہ اذا افتی لم یلتزم بمذھب بل یقوم بما دلیلہ عندہ (طبقات ص ۳۹ ج ۳)	جب فتویٰ دیتا تو کسی خاص مذہب کا التزام نہیں کرتا تھا بلکہ اس خیال پر فتویٰ صادر کرتا جسکی دلیل اسکی نظر میں قوی ہوتی۔

اسکے دماغ میں فرعونیت کا یہ عالم تھا کہ "ہمچو من دیگرے نیست اور انا خیر منہ"

کی تقلید میں اسلاف کی تحریرات کی غلطیاں نکالنے کی دھن میں رہتا چنانچہ یہی ذہبی لکھتے ہیں کہ۔

یبین خطأ کثیرا من اقوال المفسرین ویوھی اقوالا عدیدۃ (التاریخ الکبیر صہ۳۹)	ابن تیمیہ مفسرین کے اقوال کی غلطیاں بیان کرتا اور انکے بہت سے اقوال کو بیکار و باطل ثابت کرتا۔

امام ذہبی کا اعتراف

یہی امام ذہبی لکھتے ہیں کہ۔ انا لا اعتقد فیہ عصمۃ بل انا نخالفہ فی مسائل اصلیۃ و فرعیۃ فان کبار ھم ینقمون علیہ اخلاقا و افعالا و کل احد یؤخذ من قولہ و یترک (از فوائد جامعہ) میں ابن تیمیہ کی عصمت کا قائل نہیں بلکہ میں تو بہت سے اصولی و فروعی مسائل میں اسکا مخالف ہوں۔ بڑے بڑے علماء ابن تیمیہ کے اخلاق و عادات سے ناراض تھے اور ہر ایک اپنی بات پر پکڑا جاتا اور چھوڑا جاتا۔ بالآخر اسکی بد مذہبی کی بدبو پھوٹ پڑی اور مناظروں تک نوبت آئی۔

شوکانی یمنی

ابن تیمیہ کے بارے میں البدر الطالع ص ۶۵ میں لکھتا ہے کہ۔

و اول من انکر علیہ اھل عصرہ فی شھر ربیع الاول سنہ ۶۹۸ھ	اور ابن تیمیہ کے معاصرین نے سب سے پہلے ربیع الاول سنہ ۶۹۸ھ میں اس پر اعتراض و انکار کیا۔

شرح عجالہ نافعہ

مولوی عبد الحلیم نے کتاب مذکور ص ۲۴۶ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے اصول و فروع میں سے بہت سی غلطیاں ہوئیں یہ علمائے امت کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہر زمانے میں بڑے سے بڑے

عالم کی لغزش سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ آنے والے لوگ ان کی غلطیوں سے آگاہ رہیں اور امت گمراہی سے محفوظ رہے۔ چنانچہ موصوف (ابن تیمیہ) کے معاصرین میں سے حافظ صلاح الدین خلیل علائی دمشقی المتوفی ۷۶۱ھ نے اپنے ایک مکتوب میں ان (ابن تیمیہ) کے تفردات (گمراہ کن عقائد و مسائل) کو یکجا جمع کر دیا ہے ان کا معلومات افزا مکتوب محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری نے ذخائر القصر کے حوالہ سے السیف الصقیل میں نقل کیا جو پڑھنے کے لائق ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حرم پاک کے مفتی علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالٰی نے ذلیل کیا۔ گمراہ کیا۔ اندھا بہرہ اور رسوا کیا۔ اور ابوالحسن سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر اعتراض کیا ہے۔ یہ بدعتی گمراہ اور گمراہ کن جاہل اور غالی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

شارح بخاری صاحب فتح الباری۔ حضرت ابن حجر عسقلانی نے "الدرر الکامنہ" میں لکھا ہے۔ "ابن تیمیہ نے حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے سترہ فتوے غلط دیئے بلکہ لکھا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) نے بچپن میں اسلام قبول کیا۔

ابن تیمیہ خارجی المذہب تھا

تاریخ شاہد ہے اور ابن تیمیہ کے معاصرین کی تصریحات بتاتی ہیں کہ۔ ابن تیمیہ خارجی نظریے کا حامل تھا جیسا کہ سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب نے تحفۃ الناظرین ص ۹۸ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ قطع نظر ظاہری ہونے کے خارجی بھی تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی و بے ادبی کرتا تھا۔ دیگر ابن حزم ظاہری بھی خارجی تھا۔ جیسا کہ ابوزہرہ مصری نے حیات ابن حزم ص ۲۰ میں لکھا ہے کہ "خوارج اولین لوگ تھے جنہوں نے سرطور پر کتاب و سنت سے وابستہ رہنے کی

بنیاد ڈالی۔ اور یہ امر خوارج اور ابن حزم کے مابین مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

خوارج جہنم کے کتے

حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی بیان فرمائی کہ خارجی مجھ سے میری اولاد سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھیں گے۔ نیز فرمایا کہ خارجی جہنم کے کتے ہیں۔ (طبرانی)

فقیر نے ابلیس تا دیو بند" میں ابن تیمیہ کے عقائد و مسائل جدیدہ مکمل طور پر لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ شخص خوارج و معتزلہ کے مذہب کا نمونہ تھا۔

مزارِ رسول کی زیارت کیلئے سفر حرام

یہ وہی ابن تیمیہ ہے جس نے مدینہ طیبہ کی طرف جانا بقصد زیارت قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم (جو مومنین کے لیے بکتاب سنت و اجماع و قیاس اعلیٰ ذریعہ نجات ہے) حرام کہا اور اللہ تعالیٰ کو محل حوادث اور باری تعالیٰ کی صفت ذاتی کو حادث وغیرہ بدعات سیئہ پر جراءت کرنے کے باعث ائمہ اربعہ سے علیحدہ ہوا۔

۱. مشروعیتِ زیارت شریف کی انکار کی وجہ سے علماء کرام نے اس پر بہت تشنیع کی ہے کیونکہ اس نے (ابن تیمیہ نے) ایک اعلیٰ ذریعہ نجات کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ اس اجماع سے علیحدہ صرف ابن تیمیہ ہی ہوا ہے .... سب علماء کا سوائے اس کے چند متبعین کے اتفاق ہے کہ ابن تیمیہ نے قول بحرمت زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والسفر الیہ میں سخت غلطی کی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مسائل وعقائد میں ابن تیمیہ نے اختراع اور خوارج و معتزلہ کا اتباع کیا اس کی تصانیف شاہد ہیں اسکے ظلم قلم نے نہ کوئی صوفی چھوڑا اور نہ کوئی فقیہ اور نہ کوئی عالمان علم کلام میں سے اشعری، یا ترمذی اور نہ کوئی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا دراصل یہ فرقہ معتزلہ کے اصول و فروع کا احیاء ہے۔ اور سب کو معلوم ہے کہ پہلا فتنہ جو اسلام میں پیدا کیا گیا ہی

فتنہ معتزلہ تھا انکے بعد ابن تیمیہ نے انکے تمام نظریات اور ابن حزم ظاہری سے پہلے اور ظاہری خوارج کی ایک شاخ ہے اور موجودہ زمانے کے نجدی اور غیر مقلدین اور دیوبندی ابن حزم، ابن تیمیہ اور انکے شاگرد ابن قیم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور قاضی شوکانی اور داؤد ظاہری بھی انہیں کے ہم مسلک تھے بلکہ مولوی عبدالحی لکھنوی نے کہ قاضی شوکانی متاخرین میں سے کم عقل اور کثرت علم میں ابن تیمیہ کے ہم شکل تھا۔ ان دونوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے مطابق ہوتا ہے بلکہ شوکانی دوسری صفت کم عقلی میں اس سے بڑھ کر ہے۔ یاد رہے کہ ابن تیمیہ اور محمد ابن عبدالوہاب کو غیر مقلدین اور نجدی وہابی شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر دیوبندی حضرات بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

دورِ حاضر کے دیوبندی بریلوی مسائل

خوارج کی وراثت کو ابن تیمیہ نے سنبھالا انکے مرنے کے بعد محمد بن عبدالوہاب کو خوارج کی وراثت نصیب ہوئی (شامی) اس سے ثابت ہوا کہ حقیقتہً ابن تیمیہ وہابیوں کے بہت بڑے امام ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے دیوبندیوں اور غیر مقلدین وہابیوں کے ممدوح مولوی عبید اللہ سندھی نے اس کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے۔ دراصل محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کسی ایسے استاد سے علم حاصل نہ کیا تھا جو انہیں صحیح ہدایت کی راہ پر لگاتا اور نفع مند علوم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا اور دین کے معاملات میں ان میں تفقہ کی سمجھ پیدا پیدا کرتا۔ طلب علم کے سلسلہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور انکے شاگرد کی بعض کتابیں پڑھیں اور ان کی تقلید کی۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۲۳)

محمد بن عبدالوہاب

وہابی دیوبندی اور سنی بریلوی اختلاف کی بنیاد ہندو پاک میں مولوی اسماعیل دہلوی کے ذریعے اسی محمد